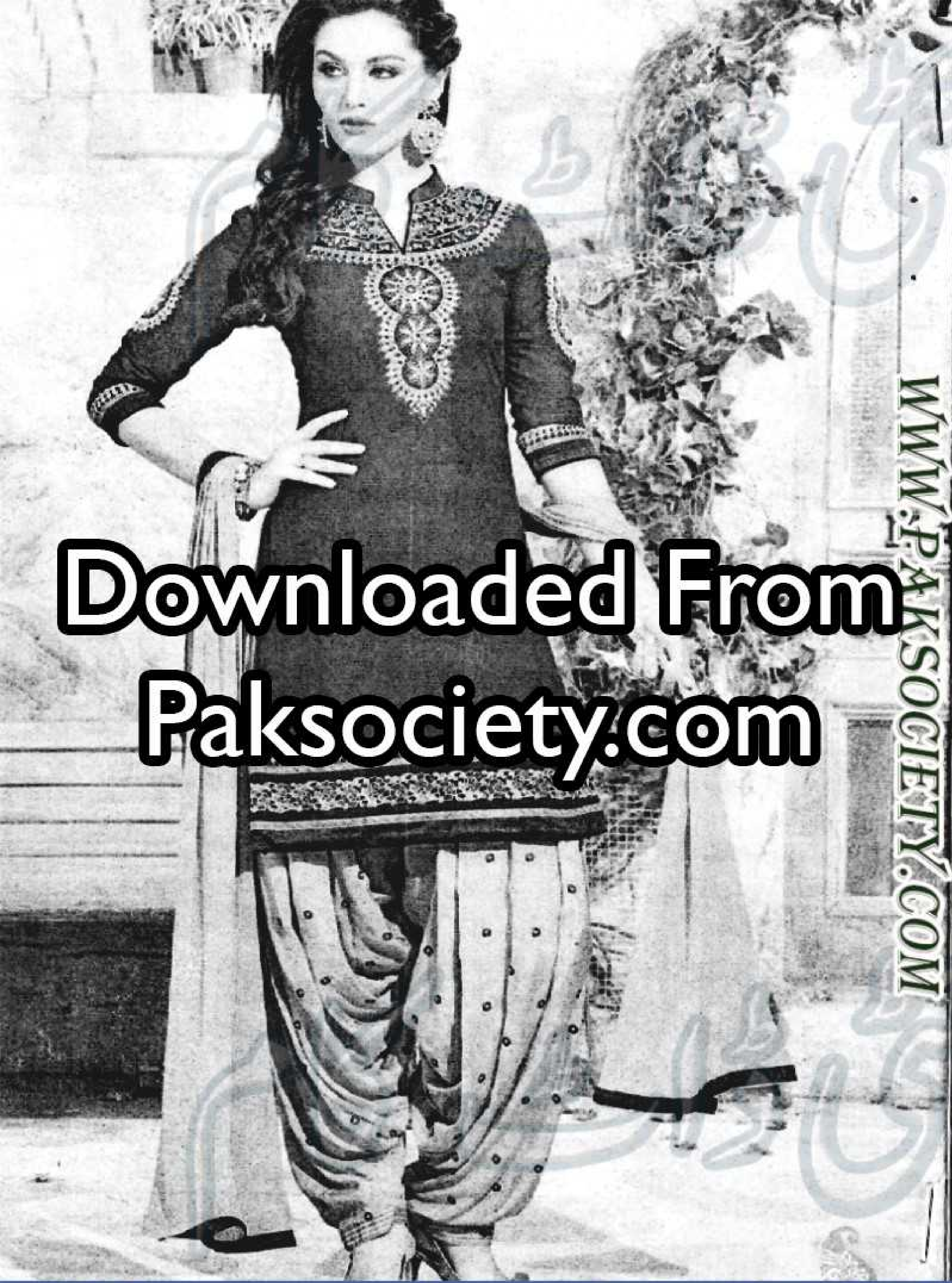


قسط نمبر 7

دل کے دریچے

صدف آصف

(گزشتہ قسط کا خلاصہ)

کرنل ابرار خان کی موت سے شادی والا گھر ماتم کدے میں بدل گیا تھا دونوں بیٹے مشفق باپ کے سائے سے محروم ہو کر افسردہ ہو جاتے ہیں جبکہ ایسے حالات میں دلشاد بانو نکاح کے ٹل جانے پر خاصی بے فکر نظر آتی ہیں۔ دوسری طرف سفینہ تمام حالات سے بے خبر پارلر میں ہوتی ہے۔ فائز کو پالینے کے مسرور لحات میں بھی اس کا دل عجیب سے خدشات اور اندیشوں میں گھرا ہوتا ہے ایسے میں عزیز سنبل اور ثوبیہ کو فون کر کے انہیں دادا ابا کی رحلت کا بتا کر سفینہ کو دلہن بننے سے روکنے کا کہتے ہیں ساتھ ہی ان پر یہ ذمہ داری بھی عائد کر دیتے ہیں کہ سفینہ کو فی الحال دادا ابا کی رحلت کی خبر سے آگاہ نہ کیا جائے۔ ایسے حالات میں وہ دونوں گھبرا جاتی ہیں اور پھر پارلر کی اونر سے بات کر کے اس سے مدد طلب کرتی ہیں۔

سفینہ اپنی نامکمل اور ادھوری تیاری پر حیران ہو کر دونوں بہنوں سے استفسار کرتی ہے جس پر وہ اسے شہر کے حالات اچانک خراب ہونے کا کہہ کر فوراً گھر چلنے کا کہتی ہیں جلد ہی فائز سفینہ کو لینے پہنچ جاتا ہے لیکن فائز کے چہرے پر بھی درد اور اذیت کے تاثرات رقم دیکھ کر سفینہ کا دل ڈوبنے لگتا ہے کسی انہونی کے خدشات اسے بے چین کر دیتے ہیں گھر پہنچ کر دادا ابا کے جسد خاکی کو دیکھ کر سفینہ ششدر رہ جاتی ہے اور بے یقینی کے عالم میں ہوش و حواس سے بے گانہ ہو جاتی ہے۔

شرمیلا کے غیر معمولی حسن سے متاثر ہو کر نبیل نامی لڑکا مسلسل اسے تنگ کرتا ہے وہ اس سے دوستی کا خواہاں نظر آتا ہے لیکن شرمیلا ایسے سڑک چھاپ اور لوفر مزاج سے بات کرنا بھی گوارا نہیں کرتی اس کی دوست صائمہ بھی اس سلسلے میں شرمیلا کو محتاط رہنے کا کہتی ہے لیکن شرمیلا انتہائی غصے کے عالم میں نبیل کے منہ پر تھپڑ مار دیتی ہے۔

دلشاد بانو اور سائرہ بیگم اب کھلم کھلا ریحانہ بیگم اور سفینہ کی مخالفت پر اتر آتی ہیں۔ ان کا اب اس نکاح کی بات کو آگے بڑھانے کا کوئی ارادہ نہیں ہوتا دوسری طرف ریحانہ اپنی بیٹی کے مستقبل کو لے کر مختلف خدشات میں گھری ہوتی ہیں جب ہی دلشاد بانو اس گھر کو بیچنے کی بات کرتے باتوں باتوں میں ریحانہ بیگم کو بہت کچھ باور کرا دیتی ہے۔ شرمیلا بھی اس کے کہنے پر اب اکثر خان ہاؤس میں نظر آتی ہے اور کچن کے انتظامی امور بھی ان کے ذمہ کر دیے جاتے ہیں فائز کے لیے یہ تمام معاملات انتہائی تکلیف دہ ہوتے ہیں ایسے میں سنبل اور ثوبیہ بھی اپنے گھر واپس جانے کا ارادہ کر لیتی ہیں جلال خان فائز اور سفینہ کی رخصتی کا ذکر کر کے گھر میں خوشیوں بھرا ماحول قائم کرنے کی کوشش کرتے ہیں جبکہ سائرہ بیگم اور دلشاد بانو ہک دک رہ جاتی ہیں۔

(اب آگے پڑھیے)

کپکپاتی، موی انگلیوں نے تالے میں چابی گھمائی، ایک جھٹکا سا لگا مگر ہاتھوں کی لرزش کی وجہ سے تالا کھل کے نہیں دیا، اس نے اپنے اعصاب کو پر سکون کرتے ہوئے دوبارہ کوشش کی اور سنہری چابی لکڑی کے دروازے کے پرانے قفل میں ڈالی۔

”چرر...... چرر۔“ اس بار زوردار گونج کے ساتھ دروازہ کھل گیا، سفینہ نے اذیت بھری سانس لی اور اندر داخل ہونے کے لیے قدم بڑھا دیئے۔

”اف...... یہ کیا ہے؟ کمرے میں ایک غبار سا چھایا ہوا تھا اس نے چاروں جانب دیکھا اور لائٹ جلائی۔ بہت دنوں بعد اس نے یہاں قدم رکھا تھا تاکہ کمرے کی صفائی کی جاسکے۔ ورنہ ابرار خان کے چالیسویں کے بعد سے تو اس کمرے کو تالا لگا دیا گیا تھا پھر کسی کی بھی کھولنے کی ہمت نہ ہوئی تھی۔

اس کا دل دکھ سے بھر گیا یہاں کوئی ویرانی سی ویرانی تھی ایک دل دہلاتی ہوئی ابتری جو دکھائی نہیں دیتی مگر بہت قریب سے محسوس کی جاسکتی تھی۔

”آہ......“ سفینہ نے اپنے وجود میں، دور دور تک بے چینی اور درد والم کے سائے اترتے محسوس کیے۔

”وہ کمرہ جو دادا ابا کی زندگی میں، روشن روشن لگتا تھا۔ اب کیسا ماند سا پڑا تھا۔“ اس نے دکھ سے سوچا۔

ابرار خان اپنی ذات میں انجمن تھے، ان کے نہ ہونے سے یہاں، عجیب ہولناک سی خاموشی اور بے بسی پھیلی ہوئی تھی۔

”دادا ابا آپ کیوں چلے گئے؟“ یہ خیال کیا آیا دل ڈوبنے لگا، اس نے دو قدم بڑھ کر ان کی قدیم جھولنے والی براؤن آرام دہ کرسی کے ہتھے پر اپنی انگلیاں پھیریں، یہاں بیٹھ کر وہ اخبار کا مطالعہ و آرام کرتے تھے اور کبھی کبھی گھڑی دو گھڑی کو سو بھی جاتے تھے۔

سفینہ نے نگاہیں گھمائیں، سائیڈ ٹیبل پر رکھی ابرار خان کی سلور فریم میں آویزاں جوانی کی تصویر پر نگاہ جم کر رہ گئی، ہاتھوں کو آگے بڑھایا اور جلدی سے فریم اٹھا کر سینے سے لگالیا، پھر وہیں بیٹھ کر بہت دیر تک پیار سے تصویر کو تکتی رہی۔ وجاہت سے بھرپور مسکراتے ہوئے ابرار خان، بہت پُر وقار لگ رہے تھے۔ شیشے کو دوپٹے سے صاف کیا اور احتیاط سے اپنی جگہ پر واپس رکھ دیا، جلدی جلدی ہاتھ چلاتے ہوئے جھاڑن کی مدد سے کھڑکیوں کے گرد و غبار کو صاف کیا۔ اس کے بعد بستر کی چادر بدلنی، اسے یہاں پھیلے، سکوت میں اضطراب چھپا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔

”یہیں تو میرے دادا ابا سوتے تھے۔“ وہ ایک دم گھٹنوں کے بل بیٹھ کر بستر پر نرمی سے ہاتھ پھیرتے ہوئے بڑبڑائی، جس کروٹ وہ ہمیشہ لیٹے ہوتے تھے وہاں ہاتھ جیسے جم سے گئے۔ دیر تک خاموشی سے بیٹھی اس جگہ کو تکتی رہی پھر بے اختیار سسکیاں نکل گئیں۔

”آپ کے بغیر کچھ بھی اچھا نہیں لگتا دادا ابا۔“ برداشت جواب دے گئی، وہ منہ پر ہاتھ رکھ کر اپنی آواز کا گلا گھونٹتی ایسے ہی سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر کمرے سے باہر نکل آئی، آنکھوں میں بہت سارے آنسو یکا یک امڈ آئے تھے ان میں ایک درد واذیت تھی۔ جو اس کے رخساروں پر بہتی چلی گئی۔

❁......❁......❁

چاندنی کے گھیرے میں چھپی رات بہت گہری ہونے لگی مگر اس کے دکھوں کی گہرائی سے کم، جو تخت پر الٹی لیٹی تلخ یادوں میں ڈوب کر انتہائی دکھ اور اذیت کے ساتھ انگلی سے زمین پر لکیر کھینچنے میں مصروف تھی۔ وجود کی تنہائی اسے بے قرار کیے دے رہی تھی، آنکھ اٹھا کر اوپر دیکھا۔ ستاروں سے بھرا آسمان اور اس پر چمکتا روشن چاند بھی اس کے دکھ کم کرنے سے قاصر تھا۔ رات تو بستر پر لیٹ کر سونے کے لیے بنی ہے مگر عزت نفس پر پڑنے والی چوٹ نے بھوک، نیند، سکون سب کچھ چھین لیا تھا۔ وہ تخت پر جھکی زمین پر لکیریں بناتی چلی گئی، حتیٰ کہ رات کا دوسرا پہر گزر گیا۔ اچانک کھٹکا ہوا۔ اس نے سیدھے ہو کر دیکھا تو، ماں کو اپنے پیروں کے پاس کھڑا پایا۔

”شرمیلا اتنی رات کو تم یہاں کیا کر رہی ہو، اب تک سوئی کیوں نہیں؟“ بتول کے لہجے میں تشویش کی لہر تھی۔

”آپ ابھی تک کیوں نہیں سوئیں؟“ اس نے الٹا ماں سے سوال پوچھا۔

”میری تو پیاس سے آنکھ کھلی ہے پانی پینے اٹھی تو تمہیں یہاں دیکھا اور اس طرف چلی آئی۔“ انہوں نے عادت کے مطابق تفصیل سے جواب دیا۔

”بس میں بھی سونے جارہی تھی۔“ اس نے اٹھتے ہوئے کہا۔

”وقت دیکھا ہے بس سونے جارہی تھی۔“ بتول نے بیٹی کی نقل اتارتے ہوئے غصے میں جتایا۔

”سوری مجھے وقت گزرنے کا احساس ہی نہیں ہوا۔“ شرمیلا نے اپنی گلابی ہتھیلی کی لکیروں میں جھانکا۔

”کیا ہوا ہے شرمیلا؟“ بتول نے پریشانی سے بیٹی کا چہرہ اوپر کیا اور آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پیار سے پوچھا۔

”امی میں سوچ رہی تھی کہ کبھی کبھی ہم جیسا چاہتے ہیں ویسا کیوں نہیں ہوتا؟“ شرمیلا نے وجود میں اٹھتی شدید قسم کی بے بسی سے مجبور ہو کر سوال کیا۔

”اس لیے بیٹا کہ شاید اس میں ہماری بھلائی چھپی ہوتی ہے اور......“ کسی سوچ کے تحت وہ دھیرے سے بول کر خاموش ہوگئیں۔

”میں کئی دنوں سے اضطراب کا شکار ہوں۔“ شرمیلا نے منتشر ذہن کے ساتھ خالی ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔

”کس قسم کا اضطراب؟“ ان کی سوالیہ نگاہیں، شرمیلا کے حسین چہرے پر جم گئیں۔

”پتا نہیں۔“ وہ عجیب انداز میں ہنسی۔

”میں دیکھ رہی ہوں جس دن سے تم سائرہ بہن کے یہاں سے لوٹی ہو بہت اداس اور بے چین رہنے لگی ہو۔“ انہوں نے دل میں اٹھتی پریشانی کو زبان دی۔

”امی کو بتادوں کہ جلال خالو نے میری کتنی بے عزتی کی ہے۔“ اس کے لب کپکپائے مگر الفاظ نے ساتھ نہیں دیا۔ سوچ کر رہ گئی۔

”بولو...... نا کیا پریشانی ہے؟“ بتول نے بچی کو سوچ میں گم دیکھا تو ہول کر اس کا کاندھا ہلایا۔

”نہیں اگر ان کو یہ سب باتیں پتا چل گئیں تو ان کی پریشانی دہری ہوجائے گی۔“ ماں کی اتری ہوئی صورت برداشت نہ ہوئی، تو خود کو سرزنش کر کے روکا۔

”کچھ نہیں ہوا بس میری طبیعت ٹھیک نہیں پتا نہیں سر کا درد کیوں نہیں جارہا۔“ شرمیلا نے بے خوابی سے مخمور آنکھیں چرائیں اور سر پر ہاتھ رکھ کر بہانہ بنایا۔

”چلو اٹھو اندر چل کر لیٹو میں دوا لاتی ہوں۔“ بتول کے چہرے کے نقوش میں گہری سنجیدگی چھا گئی تھی۔

وہ سر ہلاتی ہوئی ماں کے پیچھے چل دی، مرد کے بغیر یہ گھر کتنا غیر محفوظ سا لگتا ہے۔ اس نے چاروں جانب نگاہ دوڑا کر سوچا، فائز کی شکل میں اسے ایک مضبوط سہارا نظر آنے لگا تھا، اس خاندان میں رشتہ جوڑنے کے بعد، وہ اپنی ماں، بہن کو تحفظ فراہم کرسکتی تھی مگر ان لوگوں نے تو اسے دو کوڑی کا بھی نہیں جانا یہ بات ناقابل برداشت ہونے لگی تو اس کا وجود چیخ اٹھا۔

”فائز جلال تم خود کو سمجھتے کیا ہو؟“ شرمیلا نے خیالوں میں اسے پکارا۔

”میں جس شخص کا ہاتھ تھاموں گی تم اس سے دو قدم پیچھے ہی نظر آؤ گے۔“ ضد کی لہر من میں جاگی، اسے چیلنج کرتی ہوئی، بستر پر دراز ہوگئی۔

❁……❁……❁

دھندلی شام نے خان ہاؤس کے گرد اپنا گھیرا تنگ کرنا شروع کردیا تھا۔ لاؤنج میں اندھیرا پھیلنے لگا مگر ریحانہ اپنے خیالوں میں گم بہت دیر سے تخت پر ایک ہی پوزیشن میں بیٹھی تھیں، ان کے سامنے لان کا نفیس سوٹ پھیلا ہوا تھا جسے قطع کرکے انہیں، سفینہ کی شرٹ اور ٹراؤزر سینا تھا مگر اس وقت کسی کام میں دل ہی نہیں لگ رہا تھا دماغ مختلف الٹے سیدھے سوالات کا آماجگاہ بنا ہوا تھا۔ ویسے بھی حالات جس ڈگر پر چل پڑے تھے انہیں لگا آئندہ زندگی کا لائحہ عمل طے کرنا اب ضروری ہوگیا ہے۔ انہوں نے ابتدا سے لے کر انتہا تک واقعات کے خدوخال اپنے ذہن میں تازہ کیے۔ پیچھے تو جو ہوا سو ہوا آگے بھی کوئی اچھی امید دکھائی نہیں دی۔

"میری بچی ایسی مجبوروں والی زندگی نہیں گزارے گی جس میں اپنے سے زیادہ دوسروں کا عمل دخل ہو۔" ایک تلخ مسکراہٹ ہونٹوں پر در آئی۔

کافی دیر سوچنے سمجھنے کے بعد وہ جیسے ایک مشکل فیصلے تک جا پہنچیں گویا بیچ سمندر میں پھنسی ناؤ کو ساحل کا آسرا مل گیا، چہرے پر سکون چھاتا گیا، وجود سے مضبوطی جھلکنے لگی۔ اطمینان نے اضطراب کو پچھاڑ کر رکھ دیا۔ انہوں نے اٹھ کر ساری لائٹس جلا دیں اور اندھیرے سے روشنی کا سفر بڑی سرعت سے طے کیا۔

"اشرفی خالہ ہی میری مدد کریں گی۔" دماغ کو ٹٹولا اور کمرے سے اپنا بیگ اٹھا لائیں، سیاہ ڈائری نکالی کھول کر اس کے ورق پلٹتی چلی گئیں۔

"کہاں گیا یہیں کہیں لکھا ہونا چاہیے۔" انہیں تشویش نے آگھیرا جھنجھلا کر تیزی سے صفحہ پلٹا۔

"شکر ہے مل گیا۔" سفید کاغذ پر سیاہ روشنائی سے ایک نمبر لکھا دکھائی دیا آنکھوں کی چمک بڑھتی گئی۔ جلدی سے فون کی جانب بڑھیں۔ کال ملائی اور دوسری جانب سے فون ریسیو کیے جانے کے انتظار میں محو ہوگئیں۔

❁……❁……❁

دن طلوع ہونے کی خبر دینے والا اجالا فائز کے لیے ذمے داریوں کا پہاڑ لیے حاضر ہونے لگا تھا۔ زندگی اس کو ذرا سی بھی رعایت دینے پر آمادہ نظر نہیں آرہی تھی وہ الجھنوں میں گھرا حالات سے برسر پیکار تھا۔ اب تو فراغت ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملتی۔ کافی دنوں بعد فرصت کے چند لمحے میسر آئے تو وہ جینز کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے ٹہلتا ہوا لان کی طرف نکل آیا۔

"ایک شخص کے دنیا سے جانے سے جیسے زندگی کا مفہوم بدل کر رہ گیا ہے۔" سبز روش پر تنہا ٹہلتے ٹہلتے ایک جگہ رک کر اس نے اپنے دادا ابا کو دل کی گہرائیوں سے یاد کیا۔ نگاہ اٹھا کر دیکھا تو اسے دور دور تک تنہائی، بے چینی، بے بسی اور درد والم کے سوا کچھ دکھائی نہ دیا۔

ابرار خان کے نہ ہونے سے خان ہاؤس میں پھیلی اداسی، بے قراری اور ویرانی نہ ختم ہونے والی خلش بن کر دلوں میں سما گئی تھی۔ اب یہ گھر پہلے سے زیادہ خالی لگتا تھا اور فائز پر بھی کچھ ایسی ہی کیفیت طاری ہونے لگی خالی پن کا احساس۔

"قسمت نے اس بار بڑی کاری ضرب لگائی ہے۔" وہ اذیت سے مسکرایا۔

"آہ…… ہمارے ساتھ یہ کیا ہوگیا؟" پُر شفقت ہستی کو کھو دینے کا غم ایک درد اور نہ مٹنے والی تکلیف۔ بے رحم…… زندگی کی گمبھیر خاموشی سے بچ کر جاؤں بھی تو کہاں؟" وہ ٹیڑھے میڑھے سوالوں میں الجھا ہوا تھا۔

"دادا ابا آپ نے مجھے کتنا اکیلا کردیا ہے۔" رواں رواں فریاد کناں ہوا۔ "اب میں کسے اپنے دل کے درد سناؤں؟" فائز کی آنکھوں میں بہت سارے آنسو یکا یک امڈ آئے۔

پتا نہیں کیا ہوا اس نے پیروں میں جوتے پہنے، گاڑی کی چابی اٹھائی اور احتیاط سے گھر کا دروازہ باہر سے بند کرکے گاڑی میں جا بیٹھا، دھیرے دھیرے ڈرائیونگ کرتے ہوئے مین روڈ کی جانب چلا آیا، دماغ ماؤف ہونے لگا تھا، بس گاڑی چلائے چلا جارہا تھا اس کی حیرت کی انتہا نہ رہی جب وہ غائب دماغی کے ساتھ قبرستان تک جا پہنچا، بے قراری سے اترا گاڑی لاک کی اور اندر کی جانب بڑھ گیا، دادا ابا کی قبر پر پھیلی خس وخاشاک کو سمیٹتے ہوئے، اس نے ان سے بہت ساری باتیں کر ڈالیں، اپنے اوپر بیتنے والے سارے دکھ کہہ دیئے بے قراری کو جیسے سکون حاصل ہوگیا تھا۔

❁……❁……❁

"میری ایک ہی بچی ہے، جسے میں اپنی جان سے بڑھ کر محبت کرتی ہوں۔" ریحانہ نے ادھر ادھر دیکھنے کے بعد دبی زبان میں کہا اور فون مضبوطی سے گیلی ہتھیلیوں میں تھاما۔

"دیکھیں خالہ میں یہاں ہونے والے روز روز کے جھگڑوں اور فضول قسم کی باتیں سن سن کر تھک گئی ہوں۔" انہوں نے اپنے تند لہجے کو قابو کرنا چاہا۔

"آپ میری بات سمجھ رہی ہیں نا میں نہیں چاہتی کہ جس طرح درد پھٹ پھٹ والی زندگی میں نے گزاری ہے میری بچی کا نصیب بھی ایسا ہی ہو۔" ان کا لہجہ گلوگیر ہوا وہ لمحے بھر کو ٹھہر کر دوسری طرف کی بات سننے لگیں۔

"بس میں چاہتی ہوں کہ ایسا رشتہ مل جائے جہاں کم سے کم لوگ ہوں اور لڑکے کی مالی پوزیشن بھی خاصی مستحکم ہو۔" ریحانہ نے آہستہ آواز میں اپنی بات ختم کی۔

"ٹھیک ہے اشرفی خالہ تو پھر میں آپ کے فون کا انتظار کروں گی۔" ریحانہ نے آسودگی کی سانس بھرتے ہوئے فون رکھا اور اپنے پیچھے ہونے والی آہٹ پر گھبرا کر پلٹ کر دیکھا۔ ایک بلی دیوار پر سے نیچے کودی تھی۔ ان کی جان میں جان آئی۔ ڈائری بیگ میں رکھنے کے بعد اپنے کمرے کی طرف چل دیں۔

❁……❁……❁

سڑک کراس کرکے بس اسٹاپ کی طرف جانے والی شرمیلا نے مڑ کر دیکھا، وہ سر جھکائے اس کے پیچھے چلا آرہا تھا۔

"اف…… یہ کیا مصیبت ہے۔" تیز تیز قدموں سے چلتی ہوئی وہ دوسری جانب پہنچی۔ اپنے پیچھے آہٹ محسوس ہوئی مگر ڈر کر پیچھے نہ دیکھا۔

"بہت زور سے پیاس لگ رہی ہے۔" دھوپ کی شدت سے پریشان ہو کر اس نے گلے پر انگلیاں پھیریں۔

"آج تو اسٹاپ بھی آکر نہیں دے رہا۔" اس نے چڑ کر سوچا مگر چلتی چلی گئی تیز چلنے کی وجہ سے حلق خشک ہوگیا تھا، وہ رک کر سانسیں بحال کرنے لگی۔

"کہاں گیا وہ؟" اسٹاپ پر پہنچ کر بے بسی سے ادھر ادھر دیکھا، وہ ایک گاڑی کی اوٹ میں کھڑا دکھائی دیا۔

"مجھے ڈرنے کی کیا ضرورت ہے یہاں اتنی چہل پہل ہے کھا تھوڑی جائے گا۔" خود کو تسلی دیتے ہوئے گلابی ہونٹ مسکرائے۔

"کتنی دیر ہوگئی مگر یہ بس ہے کہ آکر ہی نہیں دے رہی۔" شرمیلا نے گھڑی میں وقت دیکھ کر سوچا۔

"اس کا کہیں مجھ سے بدلہ لینے کا ارادہ تو نہیں؟" دل میں ڈر جاگا نگاہیں اسی پر مرکوز تھیں۔ وہ اب اپنی جگہ چھوڑ کر چل پڑا تھا۔

"یہ تو اسی جانب آرہا ہے۔" وہ سڑک کی سیدھ میں تیز تیز قدموں سے چلتا ہوا اپنی طرف آتا دکھائی دیا تو جان نکل گئی۔

"اب تم بچ نہیں سکتی رسوائی کے لیے تیار ہو جاؤ۔" اس نے سوچا اور نبیل کے قریب پہنچنے پر جھٹ سے آنکھیں بند کرلیں۔

"اب مارے گا۔" وہ سوچتی رہی مگر کچھ نہیں ہوا، ڈر کر آنکھیں کھولیں تو اس کا دور دور تک نام ونشان نہ تھا۔ شرمیلا نے حیرت سے گردن گھما کر دیکھا۔ وہ بچ میں کہیں نہ تھا۔ اس نے سکون کا سانس لیا اور سامنے سے آتی بس کو دیکھ کر رکنا کا اشارہ کیا۔

❁......❁......❁

"بھئی، بھائی کہاں ہیں؟" بہزاد خان نے کافی دیر بعد پوچھا۔ وہ لوگ جب سے نیچے آئے تھے لیکن سائرہ اپنے کمرے سے باہر نہیں نکلیں۔

بہزاد مسلسل ریحانہ کی طنزیہ نگاہوں کی زد میں تھے، جو شروع سے اس ٹی پارٹی کی مخالفت کررہی تھیں، بہت دیر انتظار کرنے کے بعد آخر انہوں نے پوچھ ہی لیا۔

"چاچا می کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ سر میں درد ہے گولی کھا کر سو رہی ہیں۔" فائزہ نے گڑبڑا کر بہانہ بنایا۔

"اچھا جب ہی میں کہوں کہ نظر نہیں آرہیں۔" انہوں نے جبراً مسکرا کر جواب دیا۔ آج کافی دنوں کے بعد وہ سب نیچے بیٹھ کر ایک ساتھ چائے پی رہے تھے۔ ابرار خان کی زندگی میں تو سب شام کی چائے مل کر پیتے تھے مگر سائرہ اب اس طرح کی کوئی بھی روایت قائم رکھنے کے حق میں نہ تھی، اس لیے انہوں نے جیسے ہی سب کو ایک ساتھ آتے دیکھا، جھپاک سے ماں کا ہاتھ پکڑا اور جا کر کمرے میں بند ہوگئیں۔

"ان کو چھوڑو ذرا یہ بتاؤ کہ کباب کس نے بنائے ہیں۔" جلال خان کو بیوی کی حرکت بہت ناگوار گزری، اسی لیے ماحول کو خوش گوار بنانے کے لیے چائے سرو کرتی سفینہ سے پوچھا۔

"جی جی میں نے" کیوں کیا اچھے نہیں لگے؟" اس نے گھبراہٹ سے انہیں دیکھا۔

"صرف اچھے یہ تو بہت اچھے ہیں۔" جلال خان کے ہونٹوں پر شفقت بھری مسکراہٹ رینگ گئی۔

"شکریہ تایا جان یہ لیں۔" سفینہ نے کپ اٹھا کر جلال خان کو پیش کیا وہ ساری چیزیں اپنے پورشن سے بنا کر لائی تھی۔

"بھائی...... آپ یہ بسکٹ کھا کر دیکھیں سفی نے خود بیک کیے ہیں۔" بہزاد نے پلیٹ ان کے آگے کی اور فخر سے بیٹی کو دیکھا۔ ریحانہ منہ بنائے چائے کی چسکیاں لینے میں مصروف تھیں۔

"واقعی سب چیزیں بہت عمدہ ہیں۔" جلال خان نے مسکرا کر بھتیجی کو سراہا۔

"پاپا یہ چھولے تو بالکل بھی اچھے نہیں لگ رہے۔" فائزہ نے چمچہ بھر کر منہ میں رکھا اور منہ بنایا۔ سفینہ نے نگاہ اٹھا کر اسے دیکھا، نظروں سے امڈتی محبت اس کے بیان کی نفی کرنے پر تلی ہوئی تھی۔

"میاں اپنی زبان کا علاج کراؤ جسے اچھے ذائقے کا پتا نہیں۔" بیٹے کو سرزنش کرتے ہوئے جلال خان نے پیار سے سفینہ کے سر پر ہاتھ پھیرا۔

❁......❁......❁

"اشرفی خالہ...... میں کب سے آپ کے فون کا انتظار کررہی تھی مگر پلٹ کر کوئی خیر خبر ہی نہیں لی۔" ریحانہ جو بے چینی سے فون کان سے لگائے ٹیرس پر ٹہل رہی تھی دوسری طرف سے کال پک ہوتے ہی ماتھے پر بل ڈال کر بولی۔

"آئیں بیٹا تو بلاوجہ کا ہے کو فون کرتی جب تک کوئی کام کی بات پتا نہ چلے انسان بات کرتا ہوا اچھا نہیں لگتا۔" اشرفی نے مدبر بننے کی کوشش کی۔

"چلیں ان باتوں کو چھوڑیں یہ بتائیں۔ میرا کام ہوا؟" ریحانہ کو اپنی سخت گیری کا احساس ہوا تو لہجہ بدلا۔

"اے ہاں ایک ہیرا ڈھونڈ ہی نکالا میں نے مگر پہلے ہی بتا رہی ہوں اس رشتے کے پورے پچیس ہزار روپے گن کرلوں گی نہ کم نہ زیادہ اور ایک اچھا سا ریشمین جوڑا بھی۔" وہ خوشی سے اترائیں۔

"ہاں ہاں سب دوں گی مگر پہلے پتا تو چلے کون لوگ ہیں؟" ریحانہ نے چھوٹتے ہی سوال کیا۔

"بیٹا صبر تو کرو بتاتی ہوں علی شاہ صاحب کا نام تو سنا ہوگا؟" انہوں نے مزہ لیتے ہوئے تھوڑا سسپنس پھیلایا۔

"کون علی شاہ؟" ریحانہ نے ذہن پر زور دیا مگر یاد نہ آیا۔

"اے لو شاہ گارمنٹس والے۔" وہ تھوڑا ابرامائیں۔

"اچھا وہ ان کا تو شہر میں بڑا نام ہے۔ کافی معزز خاندان ہے مگر ان کا تو دو سال قبل انتقال ہوچکا ہے نا؟" وہ تیزی میں اپنی معلومات کا خزانہ اگلنے پر تل گئیں۔

"ہاں ہاں...... وہ ہی۔" دوسری طرف سے تصدیق کی گئی۔

"اچھا تو آگے بتائیے ان کے یہاں سے کس کا رشتہ لائی ہیں؟" ریحانہ نے سوالات کی بوچھاڑ کردی۔

"چھری تلے دم تو لو بھئی سب بتاتی ہوں۔" دوسری طرف سے اشرفی کی کڑک دار آواز ریحانہ کے کانوں سے ٹکرائی۔

"لڑکے کا نام آفاق شاہ ہے۔ اتی بڑی دو دو فیکٹریاں ہیں والدین ہیں نہیں اب تو گھر میں ایک چھوٹی بہن اور بوا ہیں...... ماشاء اللہ بہت اچھے لوگ ہیں، ویسے بھی تمہیں جیسا رشتہ چاہیے تھا یہ اسی معیار کا ہے۔" اشرفی نے جوش سے بتایا۔ ان کے لہجے میں فخر آسمایا تھا۔

"بس تو پھر کس دن انہیں یہاں لے کر آرہی ہیں؟" ریحانہ کو بے چینی سی ہوئی۔

"لڑکا اپنے کاروبار کے سلسلے میں باہر گیا ہوا ہے وہ جیسے ہی لوٹتا ہے میں بات آگے بڑھاتی ہوں۔" انہوں نے اطمینان دلایا۔ ویسے بھی ریحانہ سے ان کی بہت پرانی جان پہچان تھی مشکل وقت میں اس نے ان کا بہت ساتھ دیا تھا۔ سفینہ کو تو انہوں نے گودوں میں کھلایا تھا، چاہ کر بھی اس خاندان کے ساتھ برا نہیں کرسکتی تھیں۔

"بچ خالہ اگر یہ رشتہ ہوگیا تو آپ کو سونے کی بالیاں بنوا کردوں گی۔" ریحانہ نے جوش میں انہیں مزید لالچ دیا۔

"ان شاء اللہ یہ کام میرے ہاتھوں سے ہی انجام پائے گا۔" اشرفی خوشی سے پھولے نہیں سمائیں۔ سفینہ جو ماں کو ڈھونڈتی ہوئی اس طرف آئی تھی، یہ باتیں سن کر چونک گئی۔ ریحانہ فون رکھنے کے بعد خوش خوش اندر جانے لگی اپنے پیچھے بیٹی کو کھڑا دیکھ کر گھبرا گئیں۔

"امی کس کا رشتہ؟" سفی کے حلق سے بڑی مشکل سے لفظ نکلے۔

❁......❁......❁

وہ دنوں بھائی معمول کے مطابق مسجد سے نماز کی ادائیگی کے بعد گھر کی طرف روانہ ہوئے تو جلال کے قدم ہمیشہ سے زیادہ بوجھل ہوگئے۔

"آہ یہ کیسی تکلیف ہے۔" جلال خان دل میں اٹھنے والے درد سے کراہ اٹھے۔ انہیں زمین اور آسمان سب ایک ساتھ گھومتے ہوئے محسوس ہوئے۔

"بہزاد...... "بھائی کو پیچھے سے آواز دینے کے بعد اپنا سر تھام کر فٹ پاتھ پر بیٹھ گئے۔

"طبیعت تو ٹھیک ہے آپ کی؟" وہ ڈرائیور کے پاس پہنچے اور پریشانی کے عالم میں پوچھا۔

"پتا نہیں کیا ہوگیا ہے، کچھ دنوں سے اچانک طبیعت بگڑ جاتی ہے اعصاب پر کنٹرول نہیں رہتا۔" جلال خان نے آنکھیں سکیڑ کر دیکھا۔

"آپ نے یہ بات مجھے پہلے کیوں نہیں بتائی۔" بہزاد نے انہیں سہارا دے کر اٹھایا۔

"پین کلر کھائی تھی سوچ رہا تھا کہ طبیعت خود ہی ٹھیک ہوجائے گی۔" انہوں نے بتایا۔

"میں آج ہی آپ کو ڈاکٹر کے یہاں لے کر چلتا ہوں۔" بڑے بھائی کی حالت پر بہزاد کو شدید تشویش نے آگھیرا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ زندگی کا ایک اور سخت لمحہ تھا۔ باپ کے بعد بھائی کی طبیعت کا بگڑنا ان سے سہا نہیں گیا، فائزہ ابھی تک شاپ سے نہیں لوٹا تھا۔ اس لیے وہ خود ہی گاڑی میں بٹھا کر انہیں نزدیکی کلینک چیک اپ کرانے لے گئے۔ پریشانی کی ایسی کوئی خاص بات نہیں تھی دوا دینے کے ساتھ ڈاکٹر نے ایک ہی بات پر زور دیا کہ جلال خان کے اعصاب کافی کمزور ہوگئے ہیں۔ انہیں ہر طرح کی ٹینشن سے دور رکھا جائے۔

❁......❁......❁

"بہزاد میرا خیال ہے کہ اب وقت آگیا ہے کہ ہم اباجان مرحوم کی خواہش پوری کردیں۔" جلال خان نے گاڑی کے سائیڈ گلاس میں ٹریفک کا جائزہ لینے کے بعد ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے بھائی سے کہا۔ وہ دونوں ڈاکٹر کو دکھا کر واپس گھر جارہے تھے۔

"ٹھیک ہے بھائی جان جیسی آپ کی مرضی، جب آپ مناسب سمجھیں اس کام کو کرلیتے ہیں۔" بہزاد خان نے سر ہلا کر جواب دیا۔

"اپنی طبیعت کی وجہ سے میرا اطمینان رخصت ہوگیا ہے میں اب نکاح کرنے کا حامی نہیں، بس ایک بار ہی شادی ہوجائے تو اچھا ہے۔" جلال خان نے پریشانی سے کہا۔ لہجے میں اپنائیت چھلک اٹھی۔

"مگر وہ فائزہ کے باہر جانے کے معاملہ کا کیا ہوگا؟" اسٹیئرنگ پر اپنے ہاتھوں کی گرفت مضبوط کرتے ہوئے بہزاد خان نے انہیں دیکھ کر پوچھا۔

"حالات جس نہج پر پہنچ گئے ہیں فائزہ ابھی ہمیں چھوڑ کر جانا نہیں چاہتا اور آئندہ بھی اس کا کوئی ارادہ بنا تو کیا حرج ہے بیوی کو بھی ساتھ لے جائے گا۔" انہوں نے پُرسوچ نظروں سے کھڑکی سے باہر ٹریفک کے ریلے کو ساتھ چلتے دیکھ کر کہا۔

"کہہ تو آپ ٹھیک رہے ہیں مگر بھائی جان، سفینہ کے فائنل ایگزام قریب ہیں۔" بہزاد نے اپنی ایک اور مشکل بتائی۔

"ہاں...... یہ مسئلہ تو ہے خیر دیکھتے ہیں۔" ان کے چہرے پر تفکر کے بادل چھائے۔

"میں ایک بات اور کہنا چاہتا ہوں۔" جلال خان نے بےچینی سے پہلو بدلا۔

"وہ کیا؟" چھوٹے بھائی کا دل دھڑکا۔

"ہماری خوش دامن صاحبہ کی باتیں کافی تکلیف دہ ہوتی ہیں ان پر کان نہ دھرنا۔" وہ تلخی سے مسکرائے۔

"دلشاد خالہ کی باتیں۔" بہزاد نے بےیقینی کے عالم میں دیکھا۔

"ہاں وہ ہی تو آج کل تمہاری بھابی کے کان بھرنے پر تلی ہوئی ہیں۔" انہوں نے گاڑی کو گھر کے راستے پر موڑتے ہوئے ایک سرد آہ بھری۔

اوہ...... جب ہی ریحانہ۔" وہ کچھ بتاتے بتاتے ٹھہر گئے۔

"کچھ نہ بولو مجھے سب خبر ہے۔" جلال کے ہونٹوں پر پھیکی مسکراہٹ آ گئی۔

"بھائی ان عورتوں کی باتیں تو سدا چلتی رہیں گی آپ یہ بتائیں کہ کیا کرنا ہے۔" بہزاد نے خان ہاؤس آتا دیکھا تو سر جھٹک کر پوچھا۔

"چلو ٹھیک ہے۔ سفینہ کے ایگزام ختم ہو جائیں تو کوئی مناسب تاریخ رکھ لیتے ہیں۔" جلال خان نے گاڑی پارک کرتے ہوئے بھائی کی طرف دیکھا۔

"جانے نکاح کے ساتھ رخصتی کا سن کر ریحانہ کے کیا تاثرات ہوں گے وہ تو بھابی کے رویے سے خاصی بدگمان ہو چکی ہے۔" بہزاد خان کسی سوچ میں گم ہو گئے۔

"ٹھیک ہے نا۔" بھائی کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر انہوں نے اپنی بات کی تائید چاہی۔

"جی...... بالکل۔" بہزاد خان نے سنجیدہ لہجے میں جواب دیا اور انہیں اترنے میں مدد دی۔

❁......❁......❁

"ایک ہفتہ ہونے کو آیا، وہ لڑکا کہیں دکھائی نہیں دیا۔" صائمہ نے کالج کینٹین میں سموسہ کچپ سے لگا کر کھاتے ہوئے کچھ یاد آنے پر شرمیلا سے کہا۔

"میں بھی یہ ہی بات سوچ رہی تھی۔" شرمیلا نے مسکرا کر بہانہ بنایا اس کے پیچھا کرنے والی بات کو صفائی سے چھپا گئی تھی۔

"یار تم نے بھی تو حد کر دی اتنے زور سے اسے تھپڑ کھینچ مارا میں تو ڈر ہی گئی تھی۔" اس نے چٹخارا لیا۔

"پتا نہیں اس دن کیا ہوا، مجھے بہت زیادہ غصہ آ گیا تھا بعد میں تھوڑا افسوس بھی ہوا۔"

"میں بھی یہ ہی سوچ کر حیران ہوتی رہی کہ اچانک تمہارے اندر جھانسی کی رانی کی روح کیسے حلول کر گئی۔" صائمہ نے اسے چھیڑا۔

"بی بی جن لڑکیوں کے سروں پر باپ بھائی کا سایہ نہ ہو انہیں کچھ موقعوں پر ایسا بننا پڑتا ہے۔" شرمیلا نے گھونٹ گھونٹ کولڈ ڈرنک حلق سے نیچے اتارنے کے بعد سوچ کر کہا۔

"یہ تو ہے پتا تو کرو آخر تمہارا عاشق ہے کون انسان بھی ہے یا کوئی خلائی مخلوق؟" صائمہ کی رگ شرارت پھڑکی۔

"کیا مطلب میں سمجھی نہیں؟" شرمیلا نے ناک چڑھا کر اسے حیرت سے تکا۔

"بھئی صاف بات یہ ہے کہ کسی انسان کی تو اتنی ہمت نہیں کہ وہ تم سے محبت کر سکے یہ تو کوئی دوسری دنیا کی ہی مخلوق ہو سکتی ہے۔" صائمہ نے اسے چھیڑتے ہوئے تالی ماری۔

"مجھے بھی ایسے سڑک چھاپ عاشقوں کی ضرورت نہیں۔" شرمیلا نے اسے کھا جانے والے انداز میں دیکھتے ہوئے کہا۔

"میرا مشورہ مانو تو اس فائز کو بھول جاؤ۔ وہ ویسے بھی کسی اور راہ کا مسافر ہے اس لڑکے سے ایک دفعہ بات کر کے دیکھو کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ سنہری موقع بھی ہاتھ سے نکل جائے۔" صائمہ نے اس کے غصے سے لطف اندوز ہوتے ہوئے چھیڑا۔

"شٹ اپ اپنے مشورے اپنے پاس سنبھال کر رکھو یہ سب تمہیں فیوچر میں کام دیں گے۔" شرمیلا نے چڑ کر اسے خاموش رہنے کی تاکید کی۔

"اوکے...... ڈیئر ایز یو وش میں تو جسٹ مشورہ دے رہی تھی۔" صائمہ نے اس کے تیکھے انداز دیکھ کر کندھے اچکاتے ہوئے بات ختم کی۔

❁......❁......❁

"کیا کہا آپ نے سفینہ کی شادی......" بہزاد نے جیسے ہی بیوی کے کان میں بھائی کی بات ڈالی وہ لرز کر رہ گئیں۔

"ہاں بھئی اب اس عمر میں میں اپنی شادی کی بات تو نہیں کر سکتا۔" بہزاد نے بیوی کے تاثرات سے خوف میں جتلا ہوئے، ہلکے پھلکے انداز میں کہا۔

"اب ایسا ممکن نہیں آپ جلال بھائی کو صاف منع کر دیں ہمیں اپنی بیٹی اتنی بھاری نہیں جو اتنا کچھ سن کر بھی......" وہ کچھ بولتے بولتے رک گئیں۔

"اب کون سی نئی بات ہو گی جہاں تک بھابی کی بات ہے ان کی تو عادت ہی ایسی ہے گزارا تو کرنا پڑے گا نا۔" بہزاد نے رسانیت سے سمجھایا۔

"میں نے گزارا کر لیا یہ ہی کافی ہے جہاں تک سنی کی بات ہے میرا اسے امتحان میں ڈالنے کا کوئی ارادہ نہیں۔" انہوں نے جھک کر کہا بہزاد نے سرد آہ بھری، بیوی کا ردعمل ان کی سوچ سے بھی بڑھ کر تھا۔

"ویسے بھی میں نے سفینہ کے لیے ایک بہت اعلیٰ خاندان میں رشتے کی بات چلائی ہے۔" ریحانہ کو لگا بات بتانے کا یہ ہی صحیح موقع ہے۔

"کہنا کیا چاہتی ہیں آپ؟" بہزاد خان دھاڑے۔

"میں نے آپ کی بہت سن لی اب میں اپنی بیٹی کو اس جہنم میں نہیں بھیجوں گی۔" ریحانہ بھی اڑ گئیں۔

"ریحانہ بیگم آج تو آپ نے اپنے منہ سے بات نکال لی آئندہ مت کہیے گا۔" وہ اتنی زور سے گرجے کہ سفینہ بھی شور سن کر اس طرف چلی آئی۔

"ساری زندگی میں نے آپ کی بات مانی مگر اب یہ بیٹی کی خوشیوں کا معاملہ ہے فائز کا ساتھ اس کے دل کو چھلنی چھلنی کر دے گا۔" ریحانہ نے سفینہ کی طرف اشارہ کر کے شوہر کو سمجھانا چاہا۔

"امی......!" اس کے ہونٹوں میں لفظ گھٹ گیا، آنکھیں پھٹ گئیں۔

"سفینہ صرف آپ کی نہیں میری بھی بیٹی ہے اور یہ بات کیوں بھول رہی ہیں کہ یہ میرے مرحوم باپ کی خواہش بھی ہے۔" بہزاد نے بیوی کو بری طرح سے گھورا۔

"یہ سب کو یاد رکھنا چاہیے مگر ابا جان کے اس دنیا سے جاتے ہی ہمیں سوتیلا بنا دیا گیا ایسی ایسی باتیں سننے کو مل رہی ہیں جنہیں برداشت کرنے کا مجھ میں بالکل بھی حوصلہ نہیں۔" ریحانہ کی آواز بھرا گئی۔

"امی......! آپ پلیز بیٹھ جائیں اور ابو آپ بھی آرام سے بات کریں۔" سفینہ نے ماں کو لرزتے دیکھا تو آگے بڑھ کر تھام لیا۔

"میں مزید کسی دل سوز جملے سے آپ کا دل دکھانے کا ارادہ نہیں رکھتا اس لیے بات کو یہیں ختم کریں مگر یہ بات یاد رکھیے گا جو میں نے کہہ دیا وہ ہی ہو گا۔" بہزاد خان نے بیوی کو کڑے تیوروں سے دیکھا اور باہر نکل گئے۔

"میں بھی دیکھتی ہوں ایسا کیسے ہوتا ہے؟" ریحانہ کے ضدی لہجے سے سفینہ کو اپنا دل ڈوبتا محسوس ہوا۔

❁......❁......❁

"خاموش کیوں ہو بولتی کیوں نہیں؟ تم لوگوں کے ساتھ مسئلہ کیا ہے؟" جلال خان نے بیوی سے سوال جواب

شروع کردیے۔
"ہمیں کیا مسئلہ ہوگا۔" دلشاد بانو نے بیٹی کی جگہ اطمینان سے جواب دیا۔
"سائرہ میں تم سے پوچھ رہا ہوں بولو تم میرے بھائی کی فیملی کے پیچھے کیوں پڑی رہتی ہو۔" جلال خان نے گویا ساس کی بات ہی نہیں سنی۔
"آپ ممی سے کیا پوچھ رہے ہیں پاپا میں بتا دیتا ہوں۔" فائز نہ جانے کب آ کھڑا ہو گیا تھا بہت افسردگی سے بولا۔
"فائز تم اس معاملے میں مت بولو۔" سائرہ نے جوان بیٹے کو سینہ تانے اپنے سامنے کھڑے دیکھا تو گھبرا کر بولیں۔
"نہیں ممی! آج یہ بات صاف ہونی ضروری ہے۔" فائز نے سکون سے جواب دیا۔
"یا مولا اب یہ لڑکا کوئی نیا فسانہ نہ کھڑا کردے۔" دلشاد بانو کا دل ڈرا۔
"ہونہہ تم ہی بتا دو کہ تمہاری ماں کے دماغ میں کون سی کھچڑی پک رہی ہے؟" جلال نے بیٹے کی جانب رخ پھیر کر سختی سے پوچھا۔
"میں شرمیلا سے شادی کرنا نہیں چاہتا اور ممی چاہتی ہیں کہ وہ لڑکی اس گھر میں بہو بن کر آئے۔" فائز کے لہجے میں درد کے ساتھ سرکشی بھی ابھری۔
"کیوں تمہارے دماغ میں دوبارہ سے یہ خیال کیوں ابھرا؟" وہ چیخے تو سائرہ کے ساتھ دلشاد بھی اچھل پڑیں۔
"ہاں تو کیا ہوا؟ آخر فائز تمہاری اکیلے کی اولاد تو نہیں میری بیٹی کا بھی کچھ حق ہے کہ نہیں۔" دلشاد بانو نے پان چباتے ہوئے بدتمیزی کی انتہا کردی۔ کمرے میں ایک دم خاموشی چھا گئی۔ سب یک ٹک دلشاد بانو کو دیکھنے لگے۔
"ایک منٹ فائز اور سفی کی بات تو شروع سے طے ہے۔ اب بیچ میں نیا ہنگامہ کیوں کیا جا رہا ہے۔" جلال خان جھنجلائے۔
"میں چاہتی ہوں کہ ہر بات آج ہی صاف ہو جائے تاکہ بعد میں کوئی مسئلہ نہ ہو۔" سائرہ نے سوال بنے چہروں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔
"ہاں...... ہاں کہیں آپ بھی اپنی ساری بھڑاس آج ہی نکال لیں۔" جلال خان نے چبا چبا کر کہا۔
"ممی پلیز آپ شاید بھول گئی ہیں ڈاکٹر نے پاپا کے سلسلے میں کیا ہدایت دی ہیں۔" فائز نے ماں کو ناراضی سے دیکھا۔
"ہاں......" وہ ایک دم جھجک کر خاموش ہو گئیں۔
"بول بیٹی۔" دلشاد بانو نے سائرہ کے شانے تھپکتے ہوئے تسلی دی۔
"مجھے اب یہ رشتہ قبول نہیں میں فائز کی شادی شرمیلا سے کروں گی۔" سائرہ کو اپنے الفاظ حلق میں اٹکتے ہوئے محسوس ہوئے پھر بھی بات پوری کرہی لی۔

صبح سے ہی سے موسم ابر آلود ہو رہا تھا' نم ٹھنڈی ہوائیں سفینہ کے چہرے سے کیا ٹکرائیں اس کا موڈ بہت دنوں بعد خوش گوار ہوا تھا۔ اس نے کچھ سوچ کر کچن میں جا کر بیسن گھولا اور بہت ساری پیاز کتر کر پکوڑے ساتھ میں سوجی کا حلوہ بنایا۔
"امی کھا کر بتائیں کیسے بنے ہیں؟" اس نے پلیٹ میں کیچپ کے ساتھ پکوڑے رکھ کر ماں کو پیش کیے۔

"مزیدار ہیں۔" ریحانہ نے دل نہ چاہتے ہوئے بھی زبردستی ایک پکوڑا کھایا اور تعریف کی۔
"امی وہ۔" اس نے ایک اور پلیٹ میں گرما گرم پکوڑے اور حلوہ نکال کر ٹرے میں رکھا اور جھجکتے ہوئے ماں کو دیکھا۔
"ہونہہ کیا؟" ریحانہ کا دھیان کہیں اور تھا۔
"امی...... میں ذرا نیچے بھی پکوڑے دے آؤں؟ تایا جان کو بہت پسند ہیں۔" سفینہ نے فائز کا نام بیچ سے حذف کردیا۔
"پہلے یہ بتاؤ کہ برتن وغیرہ دھو کر کچن صاف کیا؟" ریحانہ نے بہانے سے روکنا چاہا۔
"جی...... میں نے سب کام کردیے ہیں؟" اس نے بالوں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے سر ہلایا۔
"اچھا چلو پھر میرے ساتھ بیٹھ کر چائے پی لو۔" ریحانہ نے کین کی کرسی کی طرف اشارہ کیا۔
"پہلے یہ دے آؤں ٹھنڈے ہو جائیں گے۔" سفینہ نے نفی میں سر ہلا کر بے چینی دکھائی۔
"ابھی تمہارے ابو نماز پڑھ کر آ جائیں تو میں ان کے ہاتھ بھجوا دوں گی تمہاری چائے بھی ٹھنڈی ہو رہی ہے۔" وہ ایک دم جتاتے ہوئے بولیں۔
"امی میں ایک منٹ میں دے کر آتی ہوں نا۔" اسے بھی ضد سوار ہو گئی۔
"کیسی لڑکی ہے ذرا بھی اپنی عزت کا پاس نہیں بھابی صاحبہ اور ان کی اماں کیسے زبان پر دھار تیز کیے تیار بیٹھی رہتی ہیں اور ان کی ایک ہی رٹ دے آؤں دے آؤں۔" وہ جھنجلا اٹھیں۔
"اچھا امی ٹھیک ہے۔" ماں کے سخت رویے پر سفینہ کی آنکھیں نم ہو گئیں، اس نے بے دلی سے ٹرے میز پر رکھی اور سر جھکا کر بیٹھ گئی۔ ریحانہ کے دل کو چوٹ پہنچی۔ اٹھ کر بیٹی کے نزدیک گئیں۔
"سفی جان...... اب ہر وقت اپنے تایا کے گھر یوں بھاگ بھاگ کر جانے کی ضد نہ کیا کرو ماحول پہلے بھی کچھ بہت اچھا نہ تھا مگر تمہارے دادا ابا کا ڈر خوف بھابی کو چپ رہنے پر مجبور کرتا تھا لیکن اب تو ان لوگوں میں لحاظ ہی نہیں رہا۔" ریحانہ نے اسے سینے سے یوں چمٹایا جیسے آزمائشوں سے بچانا چاہتی ہوں۔
"امی ایک بات بتائیں تایا جان مجھ سے کتنا پیار کرتے ہیں پھر دوسرے لوگوں کی وجہ سے کیا میں ان کا خیال رکھنا چھوڑ دوں؟" سفینہ نے ماں کو سوالیہ انداز میں دیکھا۔
"بے شک جلال بھائی کے خلوص پر مجھے کوئی شک نہیں لیکن نیچے ان کے علاوہ بھی کچھ لوگ رہتے ہیں جن کی باتیں اب مجھ سے برداشت نہیں ہوتیں۔" ریحانہ نے تلملا کر کہا۔
"ٹھیک ہے لاسٹ ٹائم میں یوں گئی اور یوں آئی۔" سفینہ نے ٹرے اٹھائی اور نیچے لے کر بھاگی۔ ریحانہ نے سرد آہ بھری پھر کچھ سوچ کر اشرفی خالہ کو فون ملانے چل دیں۔

سائرہ کو بہزاد خان اور اس کی بیوی، بیٹی میں ہمیشہ سے خامیاں دکھائی دیتی' وہ شروع سے سفینہ کو اپنی تنقید کے دھارے پر رکھتیں مگر سسر کی وجہ سے ان کی زبان پر ڈر کے تالے پڑے رہتے، تاہم ان کے انتقال کے بعد سے انہیں ایک طرح کی آزادی مل گئی تھی، اس پر ماں کی بے جا حمایت وہ دیورانی کو زچ کرنے پر تل گئیں تاکہ فائز اور سفینہ کے رشتے سے وہ خود ہی بدظن ہو جائیں۔ ابرار خان کی جانب سے فائز اور سفینہ کے فوری نکاح کی بات سنتے ہی سائرہ ایک دم پریشان ہو گئی تھی۔ انہیں ہر صورت اس شادی کو روکنا تھا مگر تب نہ ان کے ہاتھ مضبوط تھے نہ ہی کوئی معقول وجہ جسے پیش کر کے وہ جلال خان کو شادی سے منع کر پاتیں۔

ماضی میں نوکرانی کی باتوں میں آکر ملکی بابا سے رابطہ بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی تھی مگر وہاں سے ناکامی کے بعد اب انہوں نے خاموشی سے یہ بات تسلیم کرلی تھی لیکن جب سے شرمیلا کو دیکھ کران کے دل نے انگڑائی لی اور بیٹے کو اس کے لیے تیار کرنا چاہا یہاں تک کہ اپنے شوہر جلال خان کے کان میں بھی پھونک ماردی۔ گویا ان کے پاس اب دوسرا آپشن موجود تھا۔ انہوں نے دل میں تہیہ کرلیا کہ وہ اب اپنی مرضی چلائیں گی ان کے فرشتوں کو بھی خبر نہ ہوئی کہ ریحانہ خود اپنی بیٹی کے لیے کسی بڑے خاندان کا لڑکا تلاش کرتی پھر رہی ہیں اور کسی حد تک کامیابی بھی حاصل کرچکی ہیں۔ انہیں اس بات کی بھنک بھی پڑ جاتی تو شاید خوشی سے ناچنے لگ جاتیں۔

⁂

فائز ان حالات میں بری طرح سے ٹوٹ چکا تھا۔ شاپ سے گھر اور گھر سے شاپ اس کی روزانہ کی روٹین بن چکی تھی، باہر جانے کا خواب بھی خواب بن کر ہوا میں اڑ گیا تھا، وہ اپنے باپ کو ایسے مشکل وقت میں چھوڑ کر جاتا بھی تو کیسے جاتا؟ چاچی، چاچا، سفینہ سے بھی کئی کئی دن گزر جانے کے بعد ملاقات ہو پاتی تھی۔

باپ کے انتقال کے بعد سے جلال خان کا دل جیسے کاروبار سے اٹھ گیا تھا زاہد بھی کئی بار ہاتھ کی صفائی دکھا چکا تھا، وہ دکان کا حساب کتاب سنبھالتا تھا، اس لیے یہ سب کرنا چنداں دشوار نہ ہوا۔ فائز کی اس سے بالکل نہیں بن رہی تھی، دونوں کے بیچ ایک دو بار کافی گرما گرمی ہوچکی تھی۔ کاروبار مسلسل خسارے کی طرف جارہا تھا۔ فائز نے باپ سے زاہد کو نکالنے کی بات کی جلال خان نے فی الوقت منع کردیا، وہ کسی بھروسے کے آدمی کی تلاش میں تھے، دوسرے سیلز مینوں سے کام لینے کے لیے، ایک ذمہ دار آدمی کا ہونا ضروری تھا اسی لیے اس شخص کو برداشت کرنا ان کی مجبوری تھی۔

''حیرت کی بات ہے کہ دن کے گیارہ بج رہے ہیں اور زاہد ابھی تک نہیں آیا۔'' فائز نے بند شاپ کے سامنے کھڑے ہوکر پریشانی سے سوچا۔ وہ تو گھر پر ناشتہ کررہا تھا، جب دکان کے ایک سیلز مین نے کال کرکے بتایا کہ شاپ بند پڑی ہے اور وہ لوگ صبح سے زاہد کا انتظار کرتے کرتے اب گھر جارہے ہیں یہ سن کر وہ گاڑی دوڑاتا شاپ پر پہنچا تو وہ ہی حال تھا۔

تھوڑی دیر تک نہ سمجھ میں آنے والے انداز میں گردن ہلائی پھر گاڑی سے اپنی اضافی چابی نکال کر شاپ کے تالے کھولنا شروع کیے۔ اسے ایک دم فکر لاحق ہوئی کہ کل دیر ہوجانے کی وجہ سے سپلائرز کی پیمنٹ کے پیسے شاپ میں ہی چھوڑنے پڑے تھے۔ حالات ایسے ہیں کہ گھر لانے اور لے جانے کا رسک بھی مہنگا پڑسکتا تھا۔ اب اسی وجہ سے اس کا ذہن بھٹک رہا تھا۔ اس نے تیزی سے ایک کے بعد ایک لاک کھولا۔ وہ جیسے ہی دکان میں داخل ہوا، جہاں کھڑا تھا وہیں کھڑا کا کھڑا رہ گیا' پوری دکان راتوں رات خالی ہوچکی تھی، وہ پیچھے کی جانب بھاگا مگر یہ کیا تجوری کا منہ کھلا پڑا تھا، کل تک اس میں لاکھوں روپے ترتیب سے رکھے ہوئے تھے، آج ایک تنکا بھی موجود نہیں تھا وہ حیرت سے دوڑ دوڑ کر ایک ایک جگہ کو دیکھتا رہا مگر ڈاکہ ڈالنے والے نے بڑی صفائی سے ایک ایک چیز لوٹی تھی۔

''تالے ٹوٹے نہیں ہیں کسی نے پلاننگ کے تحت راتوں رات دکان کھول کر صفایا کرڈالا یہ تو زاہد میاں کی کارروائی لگتی ہے۔'' اس کا دماغ سوچ سوچ کر چکرا گیا، دیوار تھام کر خود کو سہارا دیا۔

''یا اللہ یہ کون سی آزمائش کی گھڑی آگئی ہے۔'' فائز کا صدمے سے برا حال تھا۔ دکان میں ایسا ڈاکہ پڑا کہ سارا الیکٹرونک کا مہنگا مال واسباب غائب تھا۔ جلال خان کا کل سرمایہ لٹ چکا تھا۔ گویا آن کی آن میں وہ لکھ سے ککھ ہوگئے۔

⁂

صائمہ پھولی ہوئی سانسوں کے ساتھ لائبریری میں داخل ہوئی۔ شرمیلا ایک کتاب کی ورق گردانی میں محو تھی۔

''ایک منٹ کے لیے باہر چلو۔'' صائمہ نے اس کے برابر والی کرسی پر بیٹھ کر سرگوشی کی۔

''ذرا ریفرنس بک کا یہ چیپٹر ختم کرلوں۔'' شرمیلا نے اشارے سے جواب دیا۔

''سنو تو وہ جو لڑکا نبیل جسے تم نے تھپڑ مارا تھا۔ اتفاق سے میرے بھائی کا دوست نکلا۔'' صائمہ نے اپنے تئیں جیسے انکشاف کیا جذبات میں آکر زور سے بولی، لائبریرین کی گھورتی نگاہوں کا سامنا کرنا پڑا۔

''ہمم! تو میں کیا کروں؟'' شرمیلا نے کتاب پڑھتے ہوئے بے خیالی میں جواب دیا۔

''ایسے ہی بتا رہی ہوں یار پاگل ہوں نا۔ تم سے تو بات کرنا ہی بے کار ہے مزہ خراب کردیتی ہو۔'' صائمہ نے منہ بناتے ہوئے اس کے انداز کا کافی برا منایا اور وہاں سے اٹھ کر باہر چل دی۔

''سنو تو۔'' شرمیلا کتاب واپس کرنے کے بعد عجلت میں اس کے پیچھے بھاگی۔

''اس میں ناراض ہونے کی کیا بات ہے میں نے پہلے بھی بتایا تھا ناکہ مجھے اس لڑکے میں کوئی دلچسپی نہیں ہے۔'' وہ نرم لہجے میں صائمہ کو مناتے ہوئے بولی۔

''اب میں جو بات بتانے جارہی ہوں وہ سن کر ہوسکتا ہے تمہیں اس لڑکے میں ایک دم دلچسپی پیدا ہوجائے۔'' صائمہ نے آنکھوں کے ڈیلے گھمائے اور مسکرا کر کہا۔

''اس لڑکے کے لیے صائمہ کا رویہ ایک دم تبدیل کیسے ہوگیا؟'' شرمیلا نے اسے دیکھ کر سوچا۔

⁂

تعلقات کے بیچ میں پیدا شدہ کشیدگی اور اضطراب پر قابو پانا دونوں کو ہی مشکل لگ رہا تھا۔ ایسے میں بہزاد خان کے موبائل فون پر بجنے والی رنگ ٹون نے دونوں کو اپنی طرف متوجہ کرلیا۔ بالآخر انہوں نے جیب سے فون نکال کر اسکرین کو دیکھا۔

''عزیر کا نمبر ہے۔'' انہوں نے بیوی کو متوجہ کرنے کے لیے زور سے کہا۔

''میری بھی بات کرائیے گا۔'' ریحانہ کے منہ سے بے ساختہ نکلا، پھر تھوڑا شرمندہ ہوگئیں۔

''لو یہ تو لائن ہی ڈراپ ہوگئی۔'' انہوں نے بھی تعلقات کی بحالی کے لیے بے تکلفی دکھائی اور خود سے نمبر ملالیا۔

''آپ کے میکے والے ہیں بات کرلیں۔'' سلام دعا کے بعد بہزاد نے شوخی سے کہتے ہوئے موبائل بیوی کی جانب بڑھادیا۔

''السلام علیکم باجی! کیسی ہیں آپ؟'' فون کان سے لگاتے ہی عزیر کی آواز کی چہکار کانوں میں گونجی۔

''وعلیکم السلام۔ ہمارا کیا پوچھتے ہو بھائی' تم لوگ یہاں سے کیا گئے گویا ساری رونقیں اپنے ساتھ سمیٹ کرلے گئے۔'' وہ خوش دلی سے بولیں۔

''بس جانا تو تھا نا' آپ بتائیں گھر میں سب کیسے ہیں اور سفی کی طبیعت تو ٹھیک ہے ناں؟'' عزیر نے مسکرا کر پوچھا۔

''ہاں سب ٹھیک ہیں وہ سنبل اور ثوبیہ کو بہت مس کرتی ہے اچھا ذرا شہانہ سے تو بات کراؤ۔'' ریحانہ کے انداز میں چاشنی گھل گئی۔ بہزاد نے مسکرا کر بیوی کے بدلتے رنگ دیکھے۔ انہوں کافی دیر بات کرنے کے بعد اجازت طلب کی۔

''اچھا بھئی اپنا خیال رکھنا۔ او کے اللہ حافظ۔'' ریحانہ نے لائن ڈسکنکٹ کرنے کے بعد موبائل شوہر کی طرف بڑھایا چہرہ خوشی کی عکاسی کررہا تھا۔

''ہا......ہا...... میرے مولا کیا زمانہ آگیا ہے۔'' بہزاد نے آسمان کی طرف شکوہ بھری نگاہ ڈال کر آہ بھری۔

''ک......کیا ہوگیا؟'' ریحانہ نے حیرت سے پوچھا۔

''میاں برابر میں کھڑا ہے تو ایک نگاہ غلط انداز بھی نہیں ڈالی جاتی اور بہن بہنوئی سے بات کرتے ہی چہرہ کھل اٹھا۔ اتنی خوشی، آنکھیں بھی مسکرا اٹھی ہیں۔'' بہزاد نے شوخی سے کہتے ہوئے ریحانہ کا ہاتھ تھاما۔

''آپ بھی ناں بہزاد۔'' ریحانہ مسکرائیں۔

''کیا میں بھی نا؟'' وہ بچوں کی طرح مچل اٹھے۔

''بھلا میری زندگی میں آپ اور سفینہ سے بڑھ کر کوئی ہے۔ وہ تو بس ان لوگوں سے بات ہوئی تو دل خوش ہوگیا۔ ویسے بھی انہوں نے ہمیشہ کتنا خیال رکھا۔'' بہزاد کو اس وقت ریحانہ کا انداز تسکین کا احساس دلا رہا تھا۔

''چلیں اندر چلتے ہیں؟'' ریحانہ نے شوہر کی نگاہوں سے بچتے ہوئے اندر کی جانب قدم بڑھائے، ایک دم موبائل کی رنگ ٹون دوبارہ بجی، وہ رک گئیں۔

''فائز کیا کہہ رہے ہو۔'' بہزاد نے جیسے ہی کال ریسیو کی چیخ پڑے، بے یقینی سے بھرپور لہجے میں حیرت چھا گئی۔

''اللہ خیر اب کیا ہوگیا؟'' ریحانہ نے دل پر ہاتھ رکھا۔

''تم فکر نہیں کرو میں آ رہا ہوں پھر تھانے چلتے ہیں۔'' ان کا چہرہ لمحوں میں نچڑ گیا۔

''کیا ہوا؟'' وہ انہیں کندھے سے پکڑتے ہوئے جھنجھوڑ کر پوچھنے لگیں۔

''میں نے کل جب اسے اپنے بھائی کے ساتھ گھر کے باہر کھڑا دیکھا، پہلے تو ڈر گئی پھر جب احسن واپس لوٹا تو غصے میں کہا کہ تم اس لفنگے کے ساتھ کیا کر رہے تھے۔'' اس نے شرمیلا کو پاؤں ہلاتے ہوئے قصہ سنانا شروع کیا۔

''اچھا پھر احسن نے کیا کہا؟'' شرمیلا نے دلچسپی کا مظاہرہ کیا۔

''وہ پہلے تو میری شکل دیکھتا رہ گیا پھر بولا آپی کیا کہہ رہی ہیں یہ نبیل بھائی تو شہر کے ایک بڑے بزنس مین کے بیٹے ہیں۔ جس یونیورسٹی سے میں بی بی اے کر رہا ہوں، یہ وہیں سے ایم بی اے کر رہے ہیں۔ پڑھائی کے سلسلے میں اکثر میں ان کی مدد لیتا ہوں۔'' صائمہ نے جیسے انکشافات کی بھرمار کردی۔

''کیا...... مگر حرکتیں تو اس کی ایسی نہیں کہ......'' شرمیلا کو صائمہ کی بات سن کر جیسے جھٹکا سا لگا۔

''میں خود حیران ہوں اتنے بڑے گھر انے کا لڑکا اور یوں کالج کے باہر فارغ کھڑا ہوتا ہے۔'' صائمہ نے بھی اس کی بات کی تائید کی۔ شرمیلا سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ جسے وہ سڑک چھاپ، لفنگا اور آوارہ مزاج سمجھتی تھی وہ اس کے برعکس نکلے گا۔ پہلی مرتبہ اسے اپنی سوچ پر غصہ آیا۔

''نہیں ہرگز نہیں، ان بڑے لوگوں کی محبت ان کے ظاہری حلیہ کی طرح جھوٹی ہوتی ہے۔'' اس کے دماغ نے اسے نبیل کے بارے میں سوچنے سے منع کیا۔

''تمہیں یا پھر تمہارے بھائی کو کوئی غلط فہمی ہوئی ہوگی۔ وہ کوئی اور نبیل ہوگا۔'' اس نے سر جھٹک کر بات کی نفی کی۔

''میں نے احسن سے کئی بار اس بات کی تصدیق چاہی مگر اس نے نبیل کے بارے میں یہ ہی بتایا۔'' صائمہ نے اپنی بات پر زور دیا۔

''سوچو اگر ایسا ہوتا تو کیا اس کے پاس لڑکیوں کی کمی ہوتی جو وہ میری خاطر ایسے کالج کے باہر کھڑا ہوتا۔'' شرمیلا نے سوچتے ہوئے کہا۔

''مجھے تو لگتا ہے جیسے یہ تمہارا سچا اور پکا چاہنے والا ہے ورنہ اس طرح سے کون اپنی انسلٹ برداشت کرتا ہے سوچو۔ یہ اس کی محبت ہی ہے جو تھپڑ کھا کر بھی اس نے جوابی کارروائی نہیں کی۔ ورنہ کیا وہ طاقت ور نہیں ہے۔'' صائمہ کی باتوں سے وہ اندر ہی اندر عجیب مخمصے کا شکار ہونے لگی۔

''مجھے اس سے ملنا چاہیے۔'' شرمیلا نے اچانک صائمہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''کیوں...... کیا دوبارہ اسے مارنے پیٹنے کا ارادہ ہے؟'' صائمہ نے گھبراتے ہوئے پوچھا۔

''نہیں یار شاید اس دن کچھ زیادہ ہی ہوگیا' مجھے نبیل سے سوری کرنا ہے۔'' شرمیلا نے خلاء میں گھورتے ہوئے کہا۔

''واٹ...... !تمہارا دماغ تو نہیں چل گیا پہلے اسے مارا اور اب......'' صائمہ کو جیسے یقین نہیں آیا۔

''کیا اس پر سے فائز کا بھوت اتر گیا؟'' صائمہ نے دوست کی آنکھوں میں جھانکا، وہ نگاہیں چرا کر کھڑی ہوگئی۔

روئی روئی سنہری دلکش، عالم بے خوابی سے مخمور، آنکھوں کی پیاس، صرف اس کے دید سے بجھ سکتی تھی۔ سفینہ نے ٹیرس کی دیوار سے سر ٹکایا، پژمردہ چہرے پر تکان بھری' شکن ابھری، اس نے گاڑی کی آواز پر ایک سحر کے عالم میں نیچے جھانکا مگر گلی سے گزرنے والی یہ گاڑی کسی اور کی تھی۔ اس کی نگاہیں ایک بار پھر اسی سمت جم گئیں، جس راستے سے وہ لوٹتا تھا۔

''آج تو میں اس سے بات کر کے رہوں گی۔'' ایک ہی ضد سوار تھی۔ اس کا دماغ سوچوں میں گم ہوگیا۔

''زندگی تو نے مزید کون کون سے تماشے دکھانے ہیں۔'' غموں سے مغلوب، قسمت کے نئے کھیل پر حیرت زدہ اضطرار اور بے بسی کے ساتھ ہاتھ ملتی، سفینہ نے تھک کر شکوہ کیا۔

ہر سو خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ وہ اکیلی اس کے انتظار میں ایک اضطرار سے جڑی کھڑی تھی ایک کے بعد ایک تابڑ توڑ واقعات نے جیسے ان پر دکھوں کی چادر تان دی۔ وہ فائز سے بات کرنے کو ترس گئی تھی، مگر اس کی حالت بھی سامنے کی بات تھی۔ وہ اندر باہر کے بکھیڑوں میں ایسا الجھا کہ کبھی کبھی تو اسے کھانے پینے کا وقت بھی نہیں ملتا۔ اسے وہ سفینہ یاد تک نہ رہتی، جسے وہ کبھی خواب میں بھی بھلانے لگتا تو اس کی نیندیں اڑ جاتی تھیں۔ دروازہ کھلنے کی آواز پر اس کے خیالات کی ڈور ٹوٹی۔ وہ سیڑھیوں کی جانب بھاگی۔

''فائز کہاں جا رہے ہو؟'' اس نے خاص طور پر نیچے اتر کر اس کا راستہ روکا۔

''او سفینہ تم۔'' وہ جانے کن خیالوں میں گم تھا چونک کر مسکرایا۔

''ہاں میں، تمہیں پتا ہے میں روزانہ کتنی بار تمہارے کمرے کا چکر کاٹتی ہوں جب تم گھر سے نکلتے ہو میں تمہاری عافیت کی دعائیں کرتی رہتی ہوں' جب تک واپس نہیں آتے، دل عجیب طرح کے دھڑکے میں رہتا ہے کہ سب خیر ہو' شام کو تمہاری واپسی کا بے صبری سے انتظار کرتی ہوں' مگر جب تم آتے ہو تو نگاہ اٹھا کر اوپر کی طرف دیکھتے بھی نہیں سر جھکا کر گزر جاتے ہو۔'' وہ ایک دم پھٹ پڑی جانے کتنے دنوں کا غبار تھا جو آنسوؤں کے ساتھ بہہ نکلا۔

''سوری سفی مگر زندگی جس مقام پر لے آئی ہے' وہاں مجھے اپنی خبر بھی نہیں ہے۔'' اس نے پھیکی مسکراہٹ ہونٹوں پر سجائی۔

''فائز میرا دل چاہتا کہ تم میرے پاس آ کر کبھی تو بیٹھ جایا کرو اپنے غم بانٹو۔ میں تمہارے زخمی دل پر اپنی محبت کے مرہم رکھ دوں فائز کاش میں تمہارے لیے کچھ کر سکوں۔'' سفینہ کی آنکھوں سے پیار بھری چمک ابھری اس نے فائز کے سامنے اپنا دل کھول کر رکھ دیا۔

"میرے اللہ میں کیا کروں؟" غموں نے وہ حال کردیا ہے کہ کسی کو دلاسہ دینے کی ہمت بھی خود میں نہیں پاتا۔ وہ بے چین ہوکر ٹوٹے انداز میں کمرے کی جانب چل دیا۔ گہری، اندوہناکی اور اضطراب نے اس کے گرد اپنا شکنجہ کسنا شروع کردیا تھا۔

"آہ..... فائز..... کیا تمہیں اب میری ذات اور مجھ سے وابستہ محبت بھی تسکین نہیں دیتی؟" دل پر غموں کی بوچھاڑ سی ہوئی۔

سفینہ فائز کو دور تک جاتا دیکھتی رہی، اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کے قطرے گالوں پر پھسلتے چلے گئے۔ اپنے اردگرد پھیلی تنہائیوں سے پیچھا چھڑاتے ہوئے وہ سیڑھیوں کی طرف چل دی۔

❁.....❁.....❁

پریشانیوں نے جیسے خان ہاؤس کا راستہ دیکھ لیا تھا۔ فائز دہرے عذاب کا شکار ہوگیا تھا۔ دکان میں پڑنے والی ڈکیتی کا جلال خان پر بہت برا اثر پڑا، وہ گم صم سے اپنے بستر پر پڑے چھت کو تکتے رہتے، کھانا پینا کم کردیا کسی سے بات بھی نہیں کرتے اس پر سپلائرز کے تقاضے شروع ہوگئے، کریڈٹ پر بہت سارا مال اٹھایا گیا تھا، اس کی ادائیگی باقی تھی۔ وہ لوگ بھی اپنے پیسے کے لیے تقاضہ کرنے لگے تھے، الیکٹرانک مارکیٹ میں ان کے دیوالیہ ہوجانے کے چرچے عام ہوگئے تھے۔ عزت بچانی تھی اسی لیے بینک میں موجود جمع جتھا سے قرض خواہوں کا منہ بند کردیا گیا تھا۔

فائز کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ شاپ کو ازسرنو شروع کرنے کے لیے بھاری سرمایہ کہاں سے لائے؟ اس معاملے میں ویسے بھی نا تجربہ کار تھا جلال خان کو سارے داؤ پیچ آتے تھے مگر وہ تو اپنی ہمت کھو بیٹھے۔ ابھی باپ کے جانے کا صدمہ نہیں بھلا پائے تھے کہ شاپ پر ڈکیتی کا واقعہ پیش آگیا، ان کے اعصاب ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہوگئے تھے۔ یہ صدمہ بھی اس قدر بھاری تھا کہ ان سے برداشت نہیں ہوسکا۔ فائز نے اپنے دوست اور چچا کے ساتھ جاکر ڈکیتی کی ایف آئی آر درج کروائی، اس نے شبہ ظاہر کیا کہ یہ ڈکیتی ان کے ملازم زاہد کی ملی بھگت سے ہوئی ہے۔ فائز کو روزانہ تھانے کے چکر لگانے پڑ رہے تھے۔ نہ ہی ڈاکو ہاتھ آئے نہ ہی زاہد کا کچھ پتا چلا۔ پولیس کی خانہ پری جیسی کارروائی جاری تھی۔ وہ الٹا فائز سے چائے پانی کے لیے پیسے اینٹھتے رہتے۔ ان حالات میں وہ صبح سویرے گھر سے نکلتا تو اسے گھر واپسی کی خبر نہیں ہوتی۔ ابھی بھی وہ ان ہی پریشانیوں میں گم تیار ہوکر باہر نکل رہا تھا کہ سائرہ کی زوردار چیخ نے اس کے قدم روک دیئے۔

"فائز بیٹا جلدی بھاگ کر آنا۔" سائرہ نے چیختے ہوئے بیٹے کو آواز لگائی۔ فائز گھبرا گیا۔

"کیا ہوا امی! سب خیریت تو ہے نا؟" اس نے کمرے کے باہر کھڑی ماں سے عجلت میں دریافت کیا۔

"جلدی چل کر اپنے پاپا کو دیکھو نہیں پتا نہیں کیا ہورہا ہے؟" سائرہ کی بات پر اس کی سانس رکنے لگی۔

"پا..... پا....." فائز بھاگتا ہوا جلال خان کے کمرے میں پہنچا تو وہ بستر سے نیچے گرے، تکلیف سے کراہ رہے تھے۔

سائرہ نے ایک دم رونا شروع کردیا، شور کی آواز سن کر بہزاد خان تیزی سے نیچے اتر آئے۔ پیچھے ریحانہ اور سفینہ بھی دوڑیں چلی آئیں تھیں۔

❁.....❁.....❁

"شکر ہے بیٹی تم آگئی میں کب سے انتظار کررہی تھی۔" شرمیلا اداس منہ بنائے اندر داخل ہوئی تو بتول نے جلدی سے کہا۔

"کیوں خیریت؟" اس نے بیگ ٹیبل پر رکھ کر شوز اتارتے ہوئے پوچھا۔ دھوپ میں چل کر آنے کی وجہ سے اس کی گوری رنگت سرخ ہورہی تھی۔

"بیٹا.....! وہ جلال بھائی کی طبیعت بہت خراب ہوگئی ہے ابھی تھوڑی دیر پہلے دلشاد خالہ کا فون آیا تھا۔" بتول نے شرمیلا کے لیے جلدی سے کھانا لگاتے ہوئے بتایا۔

"اچھا کیا ہوگیا؟" اس نے واش بیسن سے ہاتھ دھوتے ہوئے کافی نارمل انداز میں پوچھا۔ ویسے بھی اسے اب ان لوگوں سے کچھ خاص دلچسپی نہیں تھی۔

"فالج کا اٹیک ہوا ہے۔" ان کے لہجے میں فکر تھی۔

"اچھا ویسے کافی بدمزاج انسان ہیں یہ جلال خالو بھی۔" اس نے نوالہ منہ میں رکھتے ہوئے تنفر سے کہا۔

"کیسی باتیں کررہی ہو وہ تو بہت اچھے آدمی ہیں۔" انہوں نے بیٹی کو اچھنبے سے دیکھنے کے بعد سرزنش کی۔

"ہوں گے خیر آپ کو جانا ہے تو چھوٹی کو ساتھ لے جائیں ابھی تو اتنی گرمی سے آئی ہوں اس وقت تو میری کہیں جانے کی بالکل ہمت نہیں۔" وہ آخری نوالہ چبانے کے بعد سستی سے بولی۔

"کمال ہے میں نے بلاوجہ تمہارا انتظار کیا۔" صاف لگ رہا تھا انہیں بیٹی کی باتیں بہت ناگوار گزری ہیں۔

"تو کیا ہوا اب چلی جائیں۔" شرمیلا نے مسکرا کر ماں کو دیکھا۔ مگر اپنی جگہ سے ہلی نہیں۔

"چلو چھوٹی جلدی سے تیار ہوجاؤ۔" وہ تھوڑا تلخ ہوئیں۔

"بات سنو وہ جو تمہاری نانی دلشاد ہیں نا انہوں نے تمہیں ساتھ لانے کے لیے بڑی تاکید کی تھی؟" انہوں نے بغور دیکھتے ہوئے بتایا کہ شاید وہ جانے پر راضی ہوجائے۔

"ان سے کہہ دیجئے گا میرا سر درد سے پھٹا جارہا تھا، کالج سے واپس آکر سوگئی۔" اس نے پانی کا گھونٹ بھرا اور مسکراتے ہوئے ماں کو پٹی پڑھائی۔

❁.....❁.....❁

جلال خان کو فوری طور پر اسپتال میں داخل کرادیا گیا تھا۔ فالج کے حملے میں ان کا نچلا دھڑ مفلوج ہوکر رہ گیا تھا، فالج سے بائیں آنکھ پر اثر ہوا منہ ٹیڑھا ہوگیا اور چلنے میں بھی معذور ہوگئے تھے۔ اسپتال کے برآمدے میں سب لوگ پریشانی کے عالم میں دعاؤں کا ورد کرتے ہوئے بنچ پر بیٹھے ہوئے تھے، فائز کے سمجھ میں نہیں آرہا تھا، اس نئی افتاد پر کیا کرے بہزاد مسلسل اس کے ساتھ بھاگ دوڑ میں لگے ہوئے تھے۔ سائرہ ایک دم ڈھے گئیں دلشاد بانو کے آنسو بھی نہیں رک رہے تھے۔ داماد سے لاکھ اختلاف سہی، مگر جلال خان کو اس حالت میں دیکھنا ان سے برداشت نہیں ہورہا تھا آخر وہ ان کی بیٹی کا سہاگ جو تھے۔

سفینہ الگ تایا جان کے لیے رو رو کر پاگل ہورہی تھی۔ وہ ریحانہ اور دلشاد بانو تھوڑی دیر پہلے بہزاد کے ساتھ اسپتال پہنچے تھے۔ صبح تو فائز سائرہ اور بہزاد ہی جلال کو لے کر اسپتال آئے تھے۔ دلشاد بانو نے جب فون کرکے بیٹی سے داماد کی حالت کے متعلق پوچھا تو وہ بلک بلک کر رو دیں۔ ماں کے سہارے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ انہوں نے دیور سے استدعا کی اور ماں کو اسپتال بلوالیا، یہاں پہنچ کر انہوں نے خوب واویلا مچایا، کبھی بیٹی کو سدا سہاگن رہنے کی دعائیں دیتی اور کبھی اس کی قسمت پر رونا دھونا مچاتیں۔ فائز نے پریشانی سے نانی کو دیکھا اور گلے لگا کر تسلیاں دیں۔

"بھابی پریشان نہیں ہوں سب ٹھیک ہوجائے گا۔" بہزاد خان نے جائے نماز پر آنسو بہاتی بھاوج کو دیکھا تو سر پر ہاتھ رکھ کر دلاسہ دیا۔ وہ دیور کا ہاتھ تھام کر روتی رہیں۔

"بھابی اپنے آپ کو سنبھالیے۔" ریحانہ نے شوہر کے اشارے پر جٹھانی کو پانی پلایا اور چپ کرانے میں لگیں۔ سفینہ بھی تائی اماں کے پاس بیٹھ کر دعائیں مانگنے لگیں۔ دلشاد بانو مسلسل فون پر مصروف تھیں۔ جانے کس کس کو اطلاع دیے جا رہی تھیں۔

"بیٹی یہ لے شکیل اور نرما کی کال آئی ہے۔" دلشاد بانو نے اپنا موبائل بیٹی کی جانب بڑھایا۔

"بھابی میں لٹ گئی۔" شکیل کی آواز سنتے ہی وہ ایک بار پھر اپنی برداشت کھونے لگیں۔

⁂

"ایکسکیوزمی۔" دلکش نسوانی آواز پر نبیل نے حیرت سے پلٹ کر دیکھا تو اس کو اپنے عقب میں شرمیلا، صائمہ کے ساتھ کھڑی دکھائی دی۔

"یس۔" نبیل نے بھی اختصار سے جواب دیا۔ وہ صائمہ کی ضد پر یہاں آئی تھی۔

"کیا ہم کہیں بیٹھ کر سکون سے بات کر سکتے ہیں۔" شرمیلا نے اردگرد اسٹوڈنٹ کو دیکھا تو ہچکچاتے ہوئے کہا۔

"کیوں اب کی بار مجھے میرے ہوم گراؤنڈ میں مارنے کا ارادہ ہے؟" نبیل نے طنزیہ انداز میں شرمیلا کی آنکھوں میں جھانکا، وہ ایک دم سرخ پڑ گئی۔

"آئی ایم سو سوری۔" شرمیلا نے سر جھکا کر کہا۔

"وہ کیوں بھئی؟" بلو جینز اور لائننگ والی شرٹ میں انجان بنتا، وہ بہت شاندار لگ رہا تھا۔

"وہ اس دن مجھے بہت غصہ آ گیا تھا اور......" شرمیلا نبیل کی بات پر شرمندہ ہوتے ہوئے بولی۔

"زہے...... نصیب کہ آپ کو اپنی غلطی کا احساس تو ہوا۔" نبیل نے اس کی معذرت سے لطف اندوز ہوتے ہوئے کہا۔

"آپ خفگی کو دل میں جگہ نہیں دیں گے نا؟" اس نے اصرار کیا۔

"میرے خیال میں غلطی میری بھی تھی مجھے یوں سرِراہ آپ کو اس انداز میں مخاطب نہیں کرنا چاہیے تھا مگر پہلے تو یاروں کے چڑھانے میں آ کر، اس کے بعد آپ کے حسن نے مجھے مجبور کر دیا۔" نبیل نے مسکرا کر اعتراف کیا تو وہ دلکشی سے مسکرا دی۔

"میرے خیال سے ہمیں کہیں بیٹھ کر بات کرنی چاہیے۔" صائمہ نے ان دونوں کو ایک دوسرے میں کھویا ہوا دیکھا تو برجستہ بولیں۔

"ہمم...... کیفے ٹیریا چلتے ہیں۔" اس نے اشارے سے راستہ دیا، وہ تینوں اس پرائیوٹ یونیورسٹی کے شاندار سے ٹی شاپ کی جانب بڑھے۔ شرمیلا اپنے آگے چلتے ہوئے، لمبے چوڑے نبیل کو مسلسل دیکھ رہی تھی۔ وہ اس دن سے بہت مختلف لگ رہا تھا، چال میں وقار، لہجے میں شائستگی نشست و آداب سے بھی کسی اعلیٰ گھرانے کا چشم و چراغ دکھائی دیا۔ شاید نظر بدلنے سے نظریہ پر بھی فرق پڑتا ہے ورنہ اس سے قبل تو وہ نبیل کو صرف نفرت کی نگاہ سے دیکھتی آئی تھی۔

"یار بندہ ڈشنگ ہے۔" صائمہ نے شرارت سے اسے ٹہوکا دیا۔

"یہ صائمہ کے دل میں اچانک نبیل کے لیے اتنی ہمدردی کیوں پھوٹ پڑی۔" کیفے ٹیریا کے خنک ماحول میں قدم رکھتے ہوئے وہ چونک اٹھی۔ اس ایک خاص نقطے پر سوچ کی سوئی اٹک گئی تھی۔ "صائمہ کا اس معاملے میں اس قدر دلچسپی لینا حیرت کا مقام ہے۔" شرمیلا مسلسل سوچ رہی تھی۔ "مگر اسے ان باتوں سے کیا فائدہ؟" اچھی دوست کے خیال سے اس نے فوراً ہی ان باتوں کو رد کر دیا۔ وہ صائمہ پر بہت بھروسہ کرتی تھی۔

"پلیز یہاں بیٹھیں۔" نبیل نے اسے اپنی برابر والی نشست پر بیٹھنے کا اشارہ دیا تو وہ مسکراتی ہوئی تھوڑا فاصلہ رکھ کر بیٹھ گئی۔

⁂

فائز گھر سے باپ کا پرہیزی کھانا لینے آیا تو سفینہ نے جلدی سے ٹفن میں کھچڑی اور سوپ رکھ کر اسے دیا۔ آج کل دونوں گھرانوں کے کھانے پینے کی ذمہ داری اس کے کاندھوں پر آ گئی تھی۔ سائرہ مسلسل اسپتال میں رہتیں، فائز بھی دن بھر باپ کے پاس ہوتا، دلشاد بانو اور باقی لوگ آتے جاتے رہتے۔ اس نے نگاہ اٹھا کر دیکھا، بڑھی ہوئی شیو، ملگجا حلیہ، سرخ آنکھیں اس نے دکھ سے فائز کی طرف دیکھا، ایک کے بعد ایک مصیبتوں کے پہاڑ تلے دبا ہوا تھا وہ۔

"اب تایا جان کی طبیعت کیسی ہے؟" سفینہ نے نرمی سے پوچھا۔

"پہلے سے کچھ بہتر ہیں الحمدللہ۔" اس نے دھیرے سے لب ہلائے۔

"ڈاکٹرز کیا کہہ رہے ہیں۔" سفینہ نے پوچھا۔

"وہ تو تسلی دیتے رہتے ہیں مگر مجھے پاپا کی طبیعت میں کچھ خاص فرق دکھائی نہیں دے رہا۔" اس کا لہجہ نم سا ہوا۔

"میرے اللہ۔" سفینہ کی برداشت جواب دے گئی وہ منہ پر ہاتھ رکھ کر روتی ہوئی اندر کی جانب بھاگی۔

"اوہو مجھے ایسا ایک دم نہیں کہنا چاہیے تھا۔" فائز نے خود کو ملامت کی۔

"سفینہ پاپا سے کتنا پیار کرتی ہے ان کی تکلیف بھلا اس سے کہاں برداشت ہو رہی ہوگی۔" فائز بھی اس کے پیچھے اندر کی جانب بڑھا۔

سفینہ کرسی پر سر جھکائے بیٹھی آنسو بہا رہی تھی۔ فائز اس کے پاس جا کر کھڑا ہو گیا۔ چند لمحے اس نے سفینہ کو بغور دیکھا پھر اس کے پاس پڑی دوسری کرسی پر بیٹھ کر تسلی دینا چاہی، جس کی وہ اس وقت شدید ضرورت محسوس کر رہی تھی۔

"سفی یوں آنسو بہانے سے کیا ہوگا؟" فائز نے اس کا نرم ہاتھ چھوا۔

"میں کروں بھی تو کیا اور کتنے دکھ سہوں؟ بتائیں......" سفینہ نے بے اختیار سر اُٹھایا فائز کی آنکھوں میں ملائمت بھرا پیار دکھائی دیا۔

"میں سمجھتا ہوں مگر رونے سے کیا دکھ کم ہو جائیں گے۔" اس نے سفینہ کی بات کاٹی اور ہاتھوں پر اپنا دباؤ بڑھایا۔

"چلو پانی پی لو۔" فائز کہتا ہوا اُٹھا اور گلاس میں پانی بھر لایا اور اسے تھما دیا۔

"نہیں۔" اس نے ہاتھ سے گلاس پرے کیا رونے کی وجہ سے اسے اب آہستہ آہستہ ہچکیاں نکل رہی تھیں۔

"دادا ابا اس کے بعد تایا جان......" سفینہ نے کہنے کی کوشش کی لیکن ہچکیوں کی وجہ سے بات مکمل نہ کر سکی۔

"پہلے...... تم پانی تو پیو پھر آرام سے بات کرنا۔" فائز کے اصرار پر اس نے گھونٹ گھونٹ پانی پیا۔

"پاپا...... جلد ہی ٹھیک ہو جائیں گے ان شاء اللہ تم بالکل ٹینشن نہ لو۔" فائز نے دھیمے لہجے میں اسے تسلی دی۔

"حالات ایسے ہو گئے ہیں کہ ٹینشن نہ لوں۔ تو کیا کروں؟" سفینہ نے گلابی لبوں کو کاٹتے ہوئے پوچھا۔

"اچھا ایک کام کرو......" فائز نے ہاتھ بڑھا کر اس کی تیکھی ناک دبائی، جو رونے کی وجہ سے سرخ ہو رہی تھی۔

"وہ کیا؟" سفینہ نے حیرت سے پوچھا۔

"پاپا کے لیے دن رات دعائیں مانگو اور بس انہیں اس وقت اسی چیز کی ضرورت ہے۔" وہ مسکراتا ہوا اسپتال جانے کے لیے اٹھ کھڑا ہوا۔

"آپ سچ کہتے ہیں دعاؤں کے آگے کسی چیز کی کوئی حقیقت نہیں۔" وہ جو گھٹن زدہ سی ہو رہی تھی فوراً وضو کر کے نماز

پڑھنے کھڑی ہوگئی۔

یہ دعائیں ہی تو ہوتی ہیں جو بھٹکنے سے بچاتی ہیں مایوسی اور ناامیدی کے اندھیروں میں دور تک ایک چمکیلا راستہ بناتی چلی جاتی ہیں۔

''ہائے کہاں جارہی ہو؟'' وہ کالج سے باہر نکل کر بس اسٹاپ کی طرف جارہی تھی کہ پیچھے سے شناسا مردانہ بھاری آواز کانوں میں پڑی۔

''نبیل......! آپ یہاں؟'' شرمیلا نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

''کیوں ہمارا آنا کیا برا لگا......؟'' نبیل نے ہاتھ باندھ کر بڑے اسٹائل سے پوچھا۔

''ظاہری بات ہے اس وقت اور یوں اچانک آپ کی حاضری کچھ غیر معمولی سی لگی۔'' وہ ایک دم بولی۔

''غیر معمولی ہاں یہ بات کہی جاسکتی ہے کیوں کہ ہم خود بھی تو غیر معمولی شخصیت کے مالک ہیں۔'' نبیل نے ہر لفظ پر زور دیتے ہوئے زیرلب کہا۔

''بہت تیز دماغ پایا ہے۔'' شرمیلا نے اس کی بات کا مطلب سمجھتے ہوئے کہا۔

''شکریہ تعریف کرنے کا ویسے تیز کی جگہ کہیں ''شاطر'' لفظ تو نہیں لگانے کا ارادہ تھا۔'' نبیل نے شرمیلا کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے چھیڑا۔

''آپ کی مرضی جو سمجھیں مگر میں نے تو ایسا کچھ نہیں سوچا۔'' اس نے قدرے برا مانتے ہوئے کندھے اچکائے۔

''چلو میں تمہیں اپنی گاڑی میں گھر تک چھوڑ دوں۔'' نبیل نے اشارے سے چمک دار بلیک کار کی طرف اشارہ کیا۔

''آپ کو تکلیف ہوگی۔'' اپنی آنکھوں کی چمک چھپاتے ہوئے وہ تکلف میں پڑی۔

''تکلف تکلیف کا دوسرا نام ہے چلو بیٹھو۔'' نبیل نے بڑے استحقاق سے کہا اور فرنٹ ڈور کھول دیا۔

''ویسے مجھے آپ سے ''تم'' کہو تو زیادہ اپنائیت کا اظہار ہوگا۔ اتنے تکلفات مجھے بالکل بھی نہیں بھاتے۔'' ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھنے کے بعد ایک اور دیوار گرانا چاہی۔

''وائے ناٹ شیور۔'' شرمیلا فرنٹ سیٹ پر بیٹھنے کے بعد سکون سے بولی۔

''میرا خیال ہے کہیں بیٹھ کر کچھ کھایا پیا نہ جائے۔'' نبیل نے گاڑی چلاتے ہوئے شرمیلا کو دیکھا۔

''نہیں نبیل...... مجھے اس وقت گھر پہنچنا ہے۔ پھر کبھی سہی۔'' شرمیلا نے اس دعوت کو ٹالتے ہوئے کہا۔

''تم کس ایریے میں رہتی ہو؟'' مزید اصرار کیے بنا اس نے کافی سنجیدگی سے پوچھا۔

''یہاں سے رائٹ سائیڈ پر موڑ لینا۔'' وہ راستہ بتاتی چلی گئی دونوں کے بیچ میں ناگواری خاموشی آ گئی تھی۔

جلال خان کو روم میں شفٹ کردیا گیا تھا۔ ڈاکٹروں کی مسلسل کوششیں جاری تھیں۔ رات میں بہزاد خان نے ضد کرکے سائرہ کو گھر بھیج دیا۔ خود بھائی کے پاس اسپتال میں رک گئے۔ ریحانہ شوہر کو ساتھ لے جانا چاہتی تھیں مگر موقع ایسا آگیا کہ انہیں خاموش ہونا پڑا۔

''کیسی طبیعت ہے اب ان کی، وہ ٹھیک تو ہیں نا؟'' ڈاکٹر سلیم اختر کو چیک اپ کے بعد روم سے باہر آتے دیکھ کر بہزاد ان کی طرف لپکا۔

''اب پہلے سے کافی بہتر ہے۔ مگر ان کو مکمل توجہ اور ہمدردی کی ضرورت ہے۔ کوئی پریشانی کی بات ان کے سامنے

انمول موتی

- زندگی نہ جانے کس کس کا انتظار کرتی ہے لیکن موت کسی کا انتظار نہیں کرتی۔
- آنسو اس وقت مقدس ہوتے ہیں جب دوسروں کے دکھ میں نکلیں۔
- غصہ تھوڑی دیر اور غرور ہمیشہ کی دیوانگی ہے۔
- ہر شے کا حسن ہوتا ہے نیکی کا حسن ہے کہ فوراً کی جائے۔
- سچائی اپنی تلاش کرنے والوں کو کبھی مایوس نہیں کرتی۔
- دنیا میں جفا تو سب ڈھونڈتے ہیں لیکن خود وفا سے خالی ہوتے ہیں۔
- جو زندگی کو مقدس فریضہ سمجھ کر بسر کرتے ہیں وہ کبھی ناکام نہیں ہوتے۔
- مسکراتے رہو خواہ سینے میں کتنے طوفان کیوں نہ ہوں۔

حافظہ صائمہ کشف...... فیصل آباد

مت کیجیے گا یہ چیز ان کی صحت یابی کی راہ میں رکاوٹ ہوسکتی ہے۔'' ڈاکٹر نے جلال خان کی طبیعت سے متعلق آگاہ کیا اور ہدایت جاری کردیں۔

''کاش پریشانیوں سے بچنا ہمارے اختیار میں ہوتا۔'' انہوں نے سرد آہ بھر کر مٹھی بند کی۔

''مجھ سے کچھ کہا۔'' ڈاکٹر سلیم نے بشاشت سے پوچھا۔

''جی نہیں میں تو یہ پوچھنا چاہ رہا تھا کہ کیا بھائی کو ہم گھر لے جاسکتے ہیں؟'' بہزاد نے بات بدل کر فکرمندی سے پوچھا۔

''ایک دن اور رک جائیں کل کچھ ٹیسٹ کرواؤں گا اس کے بعد انہیں ڈسچارج کرنے کا فیصلہ کیا جائے گا۔'' انہوں نے عجلت میں کہا۔

''اوکے ڈاکٹر تھینک یو۔'' بہزاد خان نے مسکرا کر شکریہ ادا کیا اور جلدی سے جلال خان کے روم کی جانب قدم بڑھا دیے۔ وہ بے سدھ بستر پر آنکھیں موندیں پڑے تھے۔

''بھائی جان آپ کو یہ کیا ہوگیا؟'' انہوں نے بھائی کا ہاتھ تھام کر دکھ سے سوچا، جلال خان نے ایک دم سے آنکھیں کھولیں، بہزاد کو افسردہ سا دیکھا تو مسکراتے ہوئے ہاتھ کا اشارہ کیا۔ جیسے وہ بڑے ہونے کے ناطے چھوٹے بھائی کو تسلی دینا چاہ رہے ہوں کہ میں بالکل ٹھیک ہوں۔

قدرت نے کیسے کیسے رشتے بنائے ہیں۔ ان رشتوں میں بھائی کا رشتہ بھی بہت لازوال ہوتا ہے۔ ابرار خان کا پہلا بیٹا ہوا تو اس کا نام جلال خان رکھا گیا۔ دوسرا بیٹا ہوا تو اس کا نام بہزاد خان رکھا گیا۔ دونوں بھائیوں میں اس قدر محبت تھی کہ ایک دوسرے کو دیکھے بغیر دن نہیں گزرتا۔ سکینہ ابرار خان نے ہمیشہ بہزاد کو ایک ہی بات کا سبق سکھایا کہ اپنے بڑے بھائی کا ادب کرنا اور جلال خان سے امید رکھے کہ وہ بہزاد سے پیار کرنے کے ساتھ پورے خاندان کو ساتھ لے کر چلے گا۔ ان دونوں نے والدین کو بھی مایوس نہیں کیا، ایک دوسرے کے ساتھ مل جل کر رہنا ان کی فطرت میں رچ بس گیا۔ ہمیشہ والدین کا مان بڑھایا۔

خان ہاؤس کے ماحول میں جب بھی کوئی کشیدگی پھیلتی تو جلال خان ہمیشہ بڑے بھائی ہونے کی حیثیت سے تمام اختلافات بھلا کر سب کے ساتھ انصاف سے کام لینے کی کوشش کرتے اور بہزاد خان نے بھی ہمیشہ ان کا مان رکھا، کبھی

بھی اپنے بھائی کے کسی فیصلے سے انحراف نہیں کیا جیسا کہہ دیا ویسا کرلیا۔ آج بھائی کو اتنا مجبور دیکھ کر ان کی آنکھیں بھر آئیں۔ جلال خان خود کو لاچار نہیں دکھانا چاہتے تھے۔ جبھی وہ اس بری حالت میں بھی مسکرانے کی کوشش کرکے انہیں حوصلہ دیتے رہے۔

❁......❁......❁

"تمہیں پتا ہے کہ میں تم سے کچھ نہیں چھپاتی ہوں۔" شرمیلا نے دھیرے سے کہا۔

"بہتر ہوتا کہ تم نبیل والی بات بھی مجھ سے شیئر کرلیتی مگر اب تو وہ حال ہے کہ دوست دوست نہ رہا۔" صائمہ نے دکھی صورت بنائی۔

"ارے نہیں یار۔ ایسا کچھ نہیں ہوا وہ...... اصل میں......" شرمیلا نے منمناتے ہوئے صفائی دینا چاہی مگر پھر چپ ہوگئی۔

"کچھ تو بات ہے جس کی پردہ داری ہے۔" صائمہ نے اس کی چوری پکڑی۔

"تم کل کالج نہیں آئی تھی اور اتفاق سے وہ آگیا۔" اس نے نگاہیں جھکا کر اعتراف کیا۔

"یہ اتفاق کچھ زیادہ ہی نہیں ہونے لگے ہیں؟" صائمہ نے کائیاں پن دکھایا۔

"نبیل نے مجھے بس گھر تک چھوڑا اور کچھ نہیں۔" دل تھا کہ کبوتر کی طرح سینے کے پنجرے میں پھڑ پھڑانے لگا تھا۔

"اوہ......! تو اصل بات اب آئی ناں لبوں تک۔" صائمہ ہونٹوں پر بے ساختہ امڈ آنے والی ہنسی کو قید کرنے میں ناکام رہی۔

"میرا مذاق نہ اڑاؤ۔" اس نے سہیلی کو چٹکی بھری۔

"اوہ تو نبیل صاحب نے کوچۂ جاناں کا رخ کر ہی لیا۔" صائمہ نے بے ساختہ کہا۔

"بس یار وہ پیچھے ہی پڑ گیا تو......" شرمیلا نے بولتے ہوئے اسے آنکھیں دکھائیں۔

"اچھی بات ہے بینہ ہو کہ پیچھے پڑ کر وہ محبت کا اقرار بھی کروا بیٹھے۔" اس نے چھیڑتے ہوئے گہری بات کی۔

"ایسے کیسے......!" اس نے تیکھا انداز اپنایا۔

"کیوں اتنا بھی برا نہیں۔" صائمہ نے دوست کو ٹٹولنا چاہا۔

"یہ بات تو ہے وہ اتنا برا بھی نہیں جتنا میں اس کے بارے میں سوچتی تھی۔" بشاشت سے بولتی ہوئی وہ بہت پیاری لگی۔

"چلو تم تو خوش ہو ناں؟" صائمہ نے ایک دم رک کر اسے دیکھا۔

"شاید۔" وہ بے اختیار بولی اور ایک اداسی بھری مسکراہٹ اس کے لبوں کے گوشوں پر ابھر کر غائب ہوگئی۔

"خوش تو میں بھی ہوں، نبیل صاحب نے شرط ہی ایسی رکھی کہ......" صائمہ کچھ سوچتے ہوئے مسکرادی۔

❁......❁......❁

"تیرے میاں کی طبیعت اب کیسی ہے۔" دلشاد بانو نے سائرہ کے گھر پہنچتے ہی عجلت میں پوچھا۔

"جی بہتر ہے ڈاکٹر نے ایک دو دن تک مزید اسپتال میں رکھنے کا کہا ہے۔" سائرہ نے تھکے ہوئے لہجے میں کہا اور جاکر منہ دھونے لگیں۔

"ہائے رے قسمت کے پھیر اچھا بھلا کام ہوتے ہوتے بگڑ گیا۔" دلشاد بانو نے واش روم کے دروازے پر ہنکارہ بھرتے ہوئے کہا۔

ہمیشہ یاد رکھیے

☆ چلتے وقت خیال رکھو کہ تمہارے قدموں کی دھول سے کسی کی منزل گم نہ ہو۔
☆ ہر قہقہے کے پیچھے آنسو ہیں اور آنسوؤں کے پیچھے زخموں اور آہوں کی جلن ہوتی ہے۔
☆ جہاں جاؤ وہاں اپنی خوشبو چھوڑ کر آؤ تا کہ لوگ آپ کو اچھے الفاظ میں یاد رکھیں۔
☆ ساری بات تعلق کی ہوتی ہے اگر تعلق ہی ٹوٹ جائے تو شکایتیں کیسی۔
☆ زیادہ نہ ہنسا کرو اس سے دل مردہ ہو جاتا ہے۔

سونیا نورین گل...... ونڈ شاہ بلاول

"اماں کیا ہوگیا ہے؟ کبھی تو کوئی خیر کے جملے ادا کرلیا کریں آپ کا کون سا کام بگڑ گیا ہے مصیبت میں تو ہم پڑ گئے ہیں۔" سائرہ نے منہ دھوتے ہوئے ناراضگی دکھائی۔

"تجھے پتا ہی نہیں ہے ارے اس دن کے بعد سے شرمیلا نے آنا جانا چھوڑ دیا، مجھے تو لگتا ہے۔ وہ جو داماد جی نے اس کی بے عزتی کی اسی کو دل سے لگا کر بیٹھ گئی ہے۔" انہوں نے منہ میں دبائے پان کی ایک پچکاری اگلدان میں پھینکنے کے بعد کہا۔

"اماں برا مان کر بیٹھ گئی ہے تو بیٹھنے دیں ویسے بھی اس وقت میرا ذہن صرف ان کی طبیعت میں اٹکا ہوا ہے۔" سائرہ نے ماں کی حرکت کو ناگواری سے دیکھا۔

"میں تو خود جلال میاں کی طبیعت کی وجہ سے پریشان ہوں مگر......" وہ کچھ بولتے بولتے تھم گئیں۔

"اگر مگر کیا اماں۔" سائرہ نے پنکھے کے نیچے کرسی رکھ کر بیٹھتے ہوئے سوال کیا۔

"ڈرتی ہوں کہ کہیں معاملہ الٹ نہ ہوجائے۔ بتول کا کچھ پتا نہیں وہ مایوس ہوکر بیٹی کا رشتہ کہیں اور کردے۔ اس کے بعد تو فائز اور سفینہ کا بیاہ پکا سمجھو۔" دلشاد بانو نے ہنگامی صورت حال سے آگاہ کرنے کے انداز میں کہا۔

"اچھا چھوڑیں ان بیکار کی باتوں کو میرا دل پہلے ہی اتنا پریشان ہے دعا کریں کہ ان کی طبیعت بہتر ہوجائے تو پھر فائز کے بارے میں سوچوں گی۔" سائرہ نے درد بھرے انداز میں کہا۔

"چل جیسی تیری مرضی۔" دلشاد بانو کو نہ چاہتے ہوئے بھی خاموشی اختیار کرنی پڑی۔

❁......❁......❁

"مریض کو آپ لوگ گھر لے جاسکتے ہیں۔" ڈاکٹر سلیم نے معائنے کے بعد مطمئن انداز میں کہا۔

"اب مزید پیسوں کا انتظام کہاں سے کروں؟" فائز گھبرا گیا' بینک میں ایک پیسہ نہیں بچا تھا، گھر میں موجود رقم جلال خان کی دواؤں پر خرچ ہوگئی تھی، اسپتال کی ادائیگی کے لیے بھی موٹی رقم چاہیے تھی۔

"جی ڈاکٹر صاحب۔" بہزاد نے بھتیجے کے شانے پر دباؤ ڈالا اور حامی بھری۔

"ہاں ایک بات یاد رہے مریض کی یہ حالت کسی گہرے صدمہ کے نتیجے میں ہوئی ہے ایسے میں انہیں کسی قسم کی کوئی پریشانی والی بات نہ بتایئے گا۔" ڈاکٹر نے ضروری ہدایت کے ساتھ اس بات کی دوبارہ تاکید کی۔

"جی ایسا ہی ہوگا۔" بہزاد نے اثبات میں سر ہلایا اور ان کے پیچھے باہر نکل گئے۔

"بیٹا اب کیا ہوگا میں نے تمہارے ماموں سے بھی کچھ پیسے بھیجنے کا کہا تھا مگر اس نے ابھی تک کچھ نہیں کیا۔" سائرہ نے سر پر ہاتھ مار کر کہا۔

"میں بھی اسی فکر میں ہوں۔" فائز نے سوچ میں کھوئے کھوئے جواب دیا۔ اسپتال کے اخراجات بہزاد خان نے خاموشی سے ادا کیے اور ڈسچارج لیٹر کے ساتھ واپس لوٹے۔

"چاچا وہ۔" فائز نے کچھ بولنا چاہا مگر بہزاد نے روک دیا۔

"چلیں بھابی جلال بھائی کو گھر لے کر چلتے ہیں۔" انہوں نے بھتیجے کو جواب دیئے بغیر بھائی کا سامان سمیٹتے ہوئے کہا۔

"ہاں چلو۔" انہوں نے بدلتے حالات پر ٹھنڈی سانس بھرتے ہوئے سر ہلایا۔

خان ہاؤس واپسی کے بعد بھی جلال خان خود سے چلنے پھرنے کے قابل نا تھے، وہیل چیئر کے محتاج ہوکر رہ گئے تھے۔ سائرہ مستقل طور پر شوہر کی خدمت پر مامور ہوکر رہ گئیں تھیں۔ فائز کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ زندگی کا کون سا کونا پکڑے اور کون سا چھوڑے۔ پہلے دکان پر چلا جاتا تھا مگر اب تو کاروبار ہی ختم ہوگیا اس نے ادھر ادھر نوکری کی تلاش شروع کردی، فی الحال کوئی ملازمت بھی نہیں مل رہی تھی۔ وہ دن بھر پریشان پھرتا کئی جگہوں پر جاب کے لیے اپلائی کیے انٹرویوں بھی دیے مگر ابھی تک کہیں سے امید کی کوئی کرن نہیں پھوٹ پائی تھی۔

⁂ ⁂ ⁂

وہ دن کے اجالے میں فائز کو نرمی سے کچھ باتیں سمجھانا اور تسلی دینا چاہتی تھی مگر وہ سوائے رات کے اندھیرے کے گھر پر دکھائی ہی نہیں دیتا تھا۔ اب جو دوپہر کو ٹیرس پر آتا دکھائی دیا تو وہ بھی دبے پاؤں گرل کراس کرتی باہر نکل آئی۔

"جناب ایسے منہ لٹکائے کیوں کھڑے ہو؟" سفینہ نے ٹیرس پر کسی فریم کی طرح ایستادہ فائز کو پیچھے سے مخاطب کیا۔

"سوچ رہا ہوں کبھی کبھی حد سے بڑھی ہوئی مصروفیت تھکا دیتی ہے اور کبھی بے جا فراغت بھی انسان کو بیمار کردیتی ہے۔" فائز نے دھیمے سے کہا اور جھکے سر کے ساتھ اسے مسکرا کر دیکھا۔

"اچھا تو اس میں پریشانی کی کیا بات ہے بھئی۔" اس نے آنکھوں میں جھانکا۔

"پریشانی کی بات ہے تو۔" اس نے لب چبائے۔

"یاد کرو دادا ابا کہتے تھے کہ کبھی کے دن بڑے کبھی کی راتیں۔"

"ان شاء اللہ یہ فراغت بھی وقتی ثابت ہوگی تم دوبارہ اتنے مصروف ہوجاؤ گے کہ تمہیں مجھ سے بھی بات کرنے کی فرصت نہیں ملے گی۔" سفینہ نے پیار بھرے لہجے میں دلاسہ دیا۔

"یہ بتاؤ تمہیں کوئی کام تھا کیا.....؟" ٹراؤزر کی جیبوں میں ہاتھ پھنسائے اس نے چڑایا۔

"میں کیا صرف کام پڑنے پر ہی تم سے بات کرسکتی ہوں؟" سفینہ نے برا مانے بغیر اسے حوصلہ افزا انداز میں دیکھتے ہوئے چھیڑا۔

"نہیں میرا مطلب ہے....." وہ خود کو کنفیوژ سا محسوس کررہا تھا، سمجھ ہی نہیں پا رہا تھا کہ کیا کہے۔

"فائز..... اس طرح سے گھورنا بند کرو۔ میں تم سے باتیں کرنے کو ترس گئی ہوں، تمہارے گھر لوٹنے کے انتظار میں جاگتی رہتی ہوں آج دن میں تمہیں اوپر آتا دیکھا تو آگئی۔" اس نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"ہوں....." فائز نے ایک ہلکی سی سانس بھری اور آسمان پر نگاہ جما کر اپنی قسمت کو تلاشا۔

"اگر میری موجودگی اتنی ہی بری لگ رہی ہے تو واپس اندر چلی جاتی ہوں۔" سفینہ سلگ کر رہ گئی۔

"اچھا۔" اس نے بے اعتنائی سے جواب دیا۔

"کیا اچھا۔" اس نے بھنویں اچکا کر اسے دیکھا اور اندر جانے کے لیے مڑ گئی۔

شکیلہ نصیب

السلام علیکم! ہم ہیں شکیلہ نصیب ہمارا تعلق میاں چنوں کے قریب قصبہ اقبال نگر سے ہے۔ ہم 6 مئی 1987ء میں پیدا ہوئے ہم پانچ بہن بھائی ہیں۔ ہم صرف آٹھویں تک پڑھ سکے پھر ہماری شادی ہوگئی۔ ہماری فیملی آنچل کی فیملی کی طرح ہے ہم سب اکٹھے رہتے ہیں جوائنٹ فیملی سسٹم ہے۔ میرے میاں جانی کے چار بھائی ہیں اور ان کے بچے بھی۔ میرے تین بیٹے ہیں حیدر نصیب سعد نصیب وہ اب ہمارے ساتھ نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے پاس جنت کے مزے لے رہا ہوگا اور وارث نصیب جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایک سال بعد واپس دے دیا۔ اللہ تعالیٰ کا لاکھوں بار شکر ہے۔ جی میری پسندیدہ شخصیت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور علامہ اقبال اور اب مولانا طارق جمیل ہیں۔ خامیاں تو جناب بہت سی ہیں کیا کیا بتاؤں سب سے بڑی خامی نماز کبھی کبھی پڑھتی ہوں (صبح کی تو ضرور پڑھتی ہوں)۔ کسی سے کوئی بات نہیں کہہ سکتی اس لیے کوئی ناراض نہ ہوجائے بزدل ہوں ہاہاہا۔ خوبیاں تو دوسرے زیادہ بہتر بتاتے ہیں میری بہن کہتی ہے کہ مجھ میں صبر بہت ہے۔ کھانا بھی اچھا پکاتی ہوں چائنیز بریانی اور اچار گوشت بہت اچھا پکاتی ہوں۔ تعارف کیسا لگا ضرور بتانا اللہ حافظ۔

"ایک منٹ سنو تو۔" فائز نے اسے بے ساختہ مخاطب کیا۔

"نہیں۔"

"سنتی جاؤ۔" اس نے منہ موڑا اور ٹیرس سے نیچے جھانکا۔ "اتنے برے حالات میں ایک سفی کا وجود ہی تو باعث قرار ہے۔" فائز خاموش کھڑا خلاء میں گھورتا رہا۔

"فائز سب خیریت تو ہے ناں؟" اس سے برداشت نہ ہوا تو پریشان نظروں سے اس کے چہرے پر کچھ ڈھونڈا۔

"ہاں یار لگتا ہے دادا ابا کے جانے کے بعد سے خوشیاں خان ہاؤس سے دور چلی گئی ہیں۔ زندگی نوکیلی ہوکر ناقابل برداشت ہونے لگی ہے کوئی سرا ہاتھ آتا ہی نہیں۔" وہ بہت دقت سے بولا۔

"میں تمہارے ساتھ ہوں نا۔" سفینہ نے پیار سے سرگوشی کی۔

"اب تو غم جاناں کا ہوش بھی نہیں رہا غم روزگار نے مشکل میں ڈالا ہوا ہے۔" اس نے لہجے کو ہلکا پھلکا بنانا چاہا مگر ناکام رہا۔

"میں ساری باتیں سمجھتی ہوں مگر ایک بات تم بھی سمجھ لو۔" سفینہ نے اس کے مزید قریب ہوکر مدھر آواز میں کہا۔

"وہ کیا؟" فائز نے چونک کر اس کی سنہری آنکھوں میں جھانکا۔ مگر چہرے پر بے نام سکوت طاری رہا۔

"صرف اس مشکل وقت میں ہی نہیں زندگی کی ہر مشکل گھڑی میں میں تمہارے ساتھ کھڑی رہوں گی۔" اس نے بڑے جذب کے عالم میں براہ راست دیکھتے ہوئے یقین دلایا محبت چھم سے ان کے بیچ اتر آئی، اس کا موڈ ایک دم تبدیل ہوگیا، پریشانیاں اڑن چھو ہوگئیں۔

"ایک بات تم بھی سمجھ لو۔" فائز نے جوابی حملہ کیا اور اس کے چہرے پر انگلی ٹکا کر آنکھوں میں براہ راست دیکھا۔

"وہ کیا؟" اب کی بار چونکنے کی باری سفینہ کی تھی۔

"تم پہلے سے زیادہ پیاری اور سمجھدار ہوگئی ہو۔" فائز نے اس کے قریب ہوکر بل دار لٹ ہٹا کر کان میں سحر پھونکا۔

"فائز....." سفینہ کے لہجے کی رعنائی نے رگوں میں جیسے سرشاری کی کیفیت پیدا کردی تھی۔

"جی سفی؟" اس کے بھاری لب و لہجے میں اپنا نام سننا، دل خوش گوار دھڑکنوں کے شور میں ڈوبنے لگا۔

"سفینہ کہاں ہو؟" بالکونی کے پچھلی طرف گلی گرل سے ریحانہ کی تیز آواز نے ان دونوں کو چونکا دیا۔
"اف......!!" ماں کی آواز پر اس نے کچھ دیر کے لیے ساکت ہو کر اسے دیکھا۔
"جی امی آ رہی ہوں۔" سفینہ نے گھبرا کر جواب دیا اور ایک اچٹتی نظر فائز کے سراپے پر ڈالی۔
"جلدی جاؤ کہیں چاچی پریشان ہو کر یہاں نہ چلی آئیں۔" فائز نے اسے ڈرایا۔
"تمہیں تو پہلے ہی میرا یہاں ہونا اچھا نہیں لگ رہا تھا۔" وہ چڑ کر بولی مگر فائز تھوڑا شوخ ہوا۔
"سفی جلدی آؤ۔" ریحانہ نے دوبارہ پکارا۔
"اب جاؤ۔" سفینہ پر گھبراہٹ طاری ہونے لگی اس نے فائز کو جانے کا اشارہ دیا۔
"مجھے کبھی بھی چھوڑ کر نہیں جانا ہمیشہ میرے ساتھ رہنا۔" فائز نے دھیرے سے سرگوشی کی اور سیڑھیوں کی جانب بڑھ گیا۔
"کبھی نہیں۔" سفینہ نے زیر لب دہرایا، فائز کے لفظوں نے امیدوں کے نئے چراغ جلا دیے تھے۔
وہ محبت کی اس آگ سے خود کو کیسے بچاتی جو شروع سے فائز کے نام سے اس کے دل میں لگی ہوئی تھی۔ ایک گہری سانس لی اور خوش خوش اندر لوٹ گئی۔

⁂

جلال خان کے حالات جس نہج پر پہنچ گئے تھے، بہزاد اس بات سے بالکل بھی بے خبر نہیں تھے۔ انہوں نے فائز کے لیے نوکری کی کوششیں شروع کر دیں۔ مگر فوری مسئلہ روزمرہ کے اخراجات اور جلال خان کے علاج معالجے کے لیے پیسوں کی فراہمی کا تھا، وہ خود کون سے لکھ پتی تھے، ان کے حالات تو بھائی کے مقابلے میں شروع سے بہت زیادہ گئے گزرے تھے، تھوڑی بہت رقم جو پاس جمع تھی، اس سے اسپتال کے ڈیوز کلیئر کرا کر انہیں، گھر لے آئے اب آگے کے لیے سوچ میں پڑ گئے تھے۔
"ریحانہ بھئی ذرا یہاں آیئے گا؟" انہوں نے کچھ دیر غور کیا اس کے بعد کچن کی جانب منہ کر کے بیوی کو پکارا۔
"جی کیا ہوا؟" وہ آٹا سنے ہوئے ہاتھوں کے ساتھ بہت عجلت میں برآمد ہوئیں۔
"افوہ ہاتھ تو دھو کر آتیں۔" انہوں نے اظہار ناگواری کی تو اپنے ہاتھوں کو دیکھتی ہوئی وہ دوبارہ اندر چلی گئیں۔
"یہ پیسے دینے میں کوئی اعتراض نہ کر دے۔" بہزاد کو دھڑکا لگا۔
"جی اب بتایئے ایسی کون سی مصیبت آ پڑی۔" ریحانہ نے پھولے منہ سے کہا۔
"وہ جو میں نے سفینہ کے نکاح کے سلسلے میں آپ کے پاس روپے رکھوائے تھے نا......" انہوں نے جھجکتے ہوئے کہا۔
"ہاں وہ پیسے میرے پاس الماری میں رکھے ہیں مگر آپ کو اچانک ان کا خیال کیسے آ گیا؟" ریحانہ نے سر ہلاتے ہوئے چونک کر پوچھا۔
"وہ ذرا مجھے لا کر دو۔" انہوں نے جواب دیئے بنا بیوی کو ہدایت کی۔
"پتا تو چلے ارادے کیا ہیں؟" ریحانہ نے زچ ہو کر ان کی جانب دیکھا۔
"میں سوچ رہا تھا کہ آج کل بھائی جان کے حالات بہت خراب ہیں تو ان کو دے آؤں۔" بہزاد نے تھوک نگلتے ہوئے بات پوری کی۔
"کیا......؟" وہ ایک دم اچھل پڑیں۔

⁂

"شرمیلا......" اس کا گھمبیر لہجہ رات کی تنہائی میں بری طرح سے اثر انداز ہونے لگا۔
"ہاں بولو کیا بات ہے؟" شرمیلا نے فون کو دوسرے کان سے لگا کر مسکرا کر پوچھا۔
ان دونوں کے بیچ رابطے بہت تیزی سے بڑھ رہے تھے۔ ہر دوسرے دن باہر ملاقاتیں ہوتیں۔ اس کے ساتھ ہی رات گئے تک فون پر گھنٹوں باتیں کی جاتیں۔ غیر محسوس طریقے سے نبیل علی اس کے قریب آتا چلا گیا۔ اس کی محبت کو کسی قسم کی مزاحمت کا سامنا بھی نہیں کرنا پڑا تھا۔
"تمہیں پتا ہے کہ مجھے تمہاری کس بات نے بری طرح سے متاثر کیا...... میں بے بس ہو کر کٹھ پتلی سا بنا تمہارے اشاروں پر ناچنے کو تیار ہو گیا؟" اس نے دھیرے سے اعتراف کیا۔ شرمیلا کو خبر نہ تھی کہ وہ جھک کر جھکا تا تھا۔
"نہیں تو۔" اس نے ناز سے جواب دیا اور سیل فون کے ریسیور کو یوں دیکھا، جیسے وہاں سے نبیل کی صورت دکھائی دے جائے گی۔
"دیکھو آج کل لڑکیاں تو اپنے دل ہتھیلیوں پر لیے پھرتی ہیں مگر تمہارا اس قدر رکھ رکھاؤ مجھے بھا گیا۔" اس نے مخمور لہجے میں کہا، شرمیلا کے دل میں گدگدی سی ہوئی۔
"میں شروع سے ہی ایسی ہی ہوں، کبھی کسی کی جانب نگاہ اٹھا کر نہیں دیکھا۔" اس نے اپنے آپ کو بڑے فخر سے سراہا۔
"سب سے بڑی بات یہ ہے کہ تم جتنی خوب صورت ہو تمہاری شان اتنی ہی نرالی ہے۔ اس پر تمہارا مغرور انداز مجھے لے ڈوبا میں نے سوچا اس لڑکی کی نفرت اتنی پیاری ہے تو محبت کیسی عجیب ہوگی اور میں تم سے اپنے دل کے معاملات جوڑنے کے لیے بے قرار ہو گیا۔" وہ دلکشی سے بولتا ہوا دل میں اتر گیا۔
"نبیل چھوڑیں نہ کوئی اور بات کرتے ہیں۔" وہ دلکشی سے قہقہہ لگاتے ہوئے بولی۔
"شرمیلا یقین جانو تمہارا ساتھ پا کر مجھے اتنا سرور حاصل ہوا کہ اب مجھے دنیا میں کسی اور بات کا خیال ہی نہیں رہتا۔" وہ ایک بار پھر کانوں میں رس گھولنے لگا تھا۔
"جناب آپ تو بہت رومینٹک انسان نکلے۔" اس نے شرارت آمیز لہجے میں کہا۔
"تم مجھے کیا سمجھتی تھی؟" اس نے پوچھا۔
"کیا مطلب۔" وہ تھوڑا گڑبڑائی۔
"ایک لفنگا اور سڑک چھاپ ہاں۔" اس نے سپاٹ لہجے میں پتا نہیں سوال کیا یا بتایا۔
"یہ کیا کہہ رہے ہو۔" وہ ایک دم چونکی یہ الفاظ تو اس نے صرف صائمہ کے سامنے کہے تھے۔
"کچھ نہیں میڈم جو ہوا سو ہوا اب تو ایک بات کا دھیان رکھنا۔ مجھے تمہاری محبت اور رفاقت کی ضرورت ہے۔" اس نے ڈھٹائی سے کہا مگر شرمیلا جواب نہ دے سکی وہ کہیں اور کھوئی ہوئی تھی۔
"اگر میں کہوں کہ وہ تمہیں نہیں مل سکتی کچھ اور مانگ لو تو پھر۔" شرمیلا کا لہجہ بدل گیا۔
"کوئی اور چیز تمہاری محبت کا بدل نہیں ہو سکتی سمجھیں۔" وہ بے قراری سے بولا، شرمیلا کا دل دھک دھک کرنے لگا۔
"ایک بات ذہن نشین کر لو میں تمہاری بے رخی نہیں سہہ سکتا...... بالکل بھی نہیں کبھی بھی نہیں۔" اس کا سرد لہجہ جیسے شرمیلا کو ان دیکھے خوف میں مبتلا کر گیا تھا۔ اس نے فوراً لائن کاٹ کر سیل فون خود سے دور کر دیا۔